هفت روزه

خدام الدین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸/۳۳

۴ر جمادی الاوّل ۱۴۰۳ھ

۱۸ر فروری ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ
دو روپے

احادیثُ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَیْتُ ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ كَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ لَا یَبْلٰی اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّ هُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ یُرَكَّبُ الْخَلْقُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ متفق علیه وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ یَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِیْهِ یُرَكَّبُ۔

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نفخوں کے درمیان چالیس ہیں لوگوں نے کہا، اے ابوہریرہ چالیس دن کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں انہوں نے کہا چالیس ماہ مراد ہیں کہا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں انہوں نے کہا چالیس سال کہا میں اسکا بھی انکار کرتا ہوں پھر اللہ تعالے آسمان سے پانی نازل فرمائے گا پھر آدمی اس طرح اگیں گے جس طرح سبزی ترکاری اگتی ہے آپ نے فرمایا کوئی چیز انسان کے وجود میں ایسی نہیں ہے جو پرانی نہ ہو سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے اور اس ہڈی سے تمام اعضاء قیامت کے دن ترکیب دئے جائیں گے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ سارے انسان کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی اسی سے اول خلقت میں پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَطْوِی اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاْخُذُهُنَّ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ یَطْوِی الْاَرَضِیْنَ بِشِمَالِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَاْخُذُهُنَّ بِیَدِهِ الْاُخْرٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ رواہ مسلم۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالے قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں جابر کہاں ہیں متکبّر کہاں ہیں پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ اور ایک روایت میں ہے انہیں دوسرے ہاتھ میں پکڑ لے گا۔ تب فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، جابر کہاں ہیں متکبّر کہاں ہیں۔



انسان کی ہلاکت تین باتوں میں ہے :-

١- توبہ کی امید پر گناہ کرنا۔

٢- زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا

٣- بغیر توبہ کئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا۔

(حضرت شفیق بلخیؒ)

مرسلہ: محمد عاطف، محمد واصف

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۲۸ • شمارہ ۳۳
جمعۃ المبارک
۱۸ فروری ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمان علوی
نہیر میر - ایم اے ایل ایل بی



دفاتر

کراچی
انجمن خدام الدین بلڈنگ
جمشید روڈ ناظم آباد، کراچی

لاہور
خدام الدین مرکز
اندرون شیرانوالہ دروازہ
فون ۶۳۹۹۲

بدل اشتراک

سالانہ ...... ۱۰۰ روپے
ششماہی ...... ۵۰ روپے
سہ ماہی ...... ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے



ایک مسرّت زا خبر

ملک کی معروف دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ کی طرف سے اہلسنت و جماعت (دیوبندی حنفی) کا اجتماع بلانے کی خبر سامنے آئی ہے جس کا مقصد بالکل واضح ہے کہ اس طبقہ کو اکٹھا کر کے اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے ——— ظاہر ہے کہ خبر بڑی مسرت زا اور خوش کن ہے اور اس کا خیر مقدم ہر وہ سنّی کرے گا جس کے دل میں ملک و ملت کے لئے صحیح درد اور تڑپ ہے۔ اس وسیع و عریض خطّہ میں جس طبقہ نے ملک و ملت کی بے لوث خدمت کی اس کا علمی و فکری رشتہ حضرت الامام مجدد اور حضرت الامام ولی اللہ دہلوی قدس سرہما تک پہنچتا ہے جبکہ اس سے اوپر کی نسبت علمی و فکری شائع اور واضح ہے۔ چونکہ آئندہ چل کر اس طبقہ کی علمی درسگاہ دیوبند نامی قصبہ میں قائم ہوئی اس لئے عرفِ عام میں دیوبندی کہا جانے لگا۔ یہ نسبت ایسی ہی تھی اور ہے جیسے ازہری، ندوی اور علیگ کی نسبتیں ہیں لیکن خوفِ خدا سے عاری بعض لوگوں نے اسے ایک مکتب فکر کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا جو بہر طور غلط تھا اور ہے ——— کیونکہ مادر علمی دیوبند سے وابستہ حضرات اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی ہیں جو اسلام کے دورِ اولیں سے اب تک مسلسل چلی آ رہی ہے ——— ۱۸۵۷ء کے خونی حادثہ کے بعد اس ادارہ سے متعلق حضرات نے مختلف محاذوں پر جو خدمات سرانجام دیں ان کا ایک زمانہ معترف ہے گو کہ آج کل تاریخ سازی کے چکر میں جھوٹ کی مہم جاری ہے لیکن سچ سچ ہے اسے دبانا بڑا مشکل ہے اور ہمیں یقین ہے کہ امت مسلمہ کی تکفیر و تفسیق کا گمراہ کن مشغلہ اپنانے والے بر خود غلط عناصر اور سنتِ رسول علیہ السلام کے برعکس بدعت و گمراہی سے مناسبت رکھنے والے افراد بہت جلد اپنے اس مکروہ مشغلہ میں ناکام ہو کر منہ کی کھائیں گے ——— اصل المیہ ہمارا اپنا ہے کہ ہم "پدرم سلطان بود" کے رسیا ہو کر رہ گئے ہیں عمل و کردار رخصت ہو چکا ہے اور باہمی انتشار نے اور بھی زیادہ مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ اس ماحول و پس منظر میں جامعہ رشیدیہ اور اس کے فعّال، متحرک، مخلص اور درویش خدا مست ناظم مولانا حبیب اللہ جالندھری کا یہ اقدام پوری جماعت کی طرف سے تبریک و تحسین کا مستحق ہے اور ہمیں یقین ہے کہ مادرِ علمی دیوبند سے وابستہ تمام افراد اور جماعتیں

اس صدائے رشیدی پر کھلے دل سے لبیک کہہ کر اپنی صفوں کو منظم کریں گی اور ایک بار پھر اپنے اسلاف کے کردار کی طرح حسن عمل کا مظاہرہ کرکے کفر و الحاد پر چھا جائیں گی ——— ع
"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

حقیر علوی ۱۵ر فروری ۱۹۸۳ء

اسلام آباد کے بعد کراچی

شیعہ اقلیت کا اسلام آباد کے مظاہرہ کے بعد حال ہی میں کراچی کا مظاہرہ ایک چیلنج ہے سنی اکثریت کے لئے اور حکومت کے لئے! انقلاب ایران کے بعد یہ حرکات جس تیزی سے بڑھ رہی ہیں ان کا سنجیدگی سے نوٹس نہ لیا گیا تو یہاں کی شیعہ اقلیت "سادات بارہہ" کا روپ دھار لے گی اور خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو پھر اس ملک اور قوم کی ہمیں خیر منانا پڑے گی۔

بعض احباب شیعہ اقلیت کے مسئلہ کو بھی "فرقہ واریت" کا مسئلہ سمجھتے ہیں ہم اس کے نہ قائل تھے نہ قائل ہیں ——— جن کا علم کلام اور جن کی فقہ سب الگ ہو وہ فرقہ نہیں ہوتے ——— اے کاش! کوئی اس حقیقت کو سمجھتا ——— اخبارات کے مطابق ایرانی کرنسی کا اندرون سندھ پکڑا جانا واضح کرتا ہے کہ اس شورہ پشتی کا سبب کیا ہے؟ اور آئے دن ایرانی قنصل خانہ کی طرف سے تقریبات، وہاں سے "مجتہدین" کا آنا اور کھلے بندوں سب کچھ کرنا ایک افسوسناک جسارت ہے جس کا حکومتی سطح پر نوٹس لیا جانا ضروری ہے لیکن حکومت اس وقت حرکت کرے گی جب سنی غیرت کا مظاہرہ کریں گے ——— اس کے ساتھ ہی یہ بات کہنا غلط نہ ہوگا کہ مختلف افراد اور جماعتوں کے روابط کا سختی سے نوٹس لیا جاتے اور کسی کو اس طرح کی بے راہروی کا موقعہ نہ دیا جائے

ہم ذاتی معلومات کی بنا پر یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی بعض جماعتیں اور طبقات بعض ممالک کے سفارت خانوں اور قنصل خانوں میں اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص پارٹی کا دفتر یا مدرسہ ہے۔

ہم بین الاقوامی آداب کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے درخواست کریں گے کہ اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے اور سنجیدگی سے اس کو حل کیا جائے ورنہ کسی وقت بھی نقصان کا خطرہ ہے۔

اندرا گاندھی مزارِ خواجہؒ پر

بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے متعلق جنگ لاہور ۱۴ر فروری ۱۹۸۳ء کی خبر ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالےٰ کے عرس کی افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی تھیں۔ اس کے بعد وہ فوٹو قارئین کی نظروں سے گذرا ہوگا جس میں موصوفہ کو مزار پر چادر اوڑھاتے (یہاں پگڑیاں بندھوائی جاتی ہیں) دکھایا گیا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ گروہِ اولیاء میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے ان کا غایت درجہ احترام ہمارے دل میں ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان کے مزار پر جو ہوتا ہے وہ ان کی تعلیمات کے خلاف ہے (جیسا کہ یہاں حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر ہونے والی خرافات ان کی تعلیمات کے خلاف ہیں) لیکن جو لوگ ان چیزوں کے ذمہ دار ہیں ان سے سوال کرنا غلط نہ ہوگا کہ آپ نے سوچ و فکر کے پیمانے الگ الگ کیوں بنا رکھے ہیں؟ گویا ؎

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کے اجتماع صد سالہ میں آئیں تو تم "اعلیٰحضرت کی زبان"

(باقی ۸ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

سجدہ کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات و معزز خواتین!

ہم لوگ بتوفیق الٰہی اللہ تعالےٰ کا نام سیکھنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس اجتماع اور محنت کو قبول فرما کر ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازے ——— اللہ تعالےٰ ہمارے خالق و مالک ہیں۔ اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے بغیر کسی کے سامنے سجدہ نہ کیا جائے۔ سجدہ صرف انہی کے سامنے ہو۔ اور یہ بھی ارشاد رسالت ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے قریب ہوتا ہے ——— حضور اکرم علیہ السلام جو اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں اور مقصد تخلیق کائنات ہیں ان کے سامنے جب یہ بات آئی کہ ہم آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے اس سے سختی سے روکا۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ جو حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے سفر سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے حضور علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ آپؐ نے تعجب سے پوچھا ——— معاذ! یہ کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے عرض کیا۔ میں شام گیا تھا لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دینی پیشواؤں، پادریوں اور قومی سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرے دل میں آیا کہ ایسے ہی ہم بھی آپ کو سجدہ کریں ——— آپؐ نے اس سے سختی سے روکا ——— اور فرمایا۔ اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کرنے کے لئے کہتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اور سنن ابی داؤد میں ایک اور واقعہ منقول ہے جس کے راوی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں وہ اپنا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ میں حیرہ گیا (کوفہ کے پاس قدیمی شہر) وہاں کے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ ادب کے طور پر اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے جی میں کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپؐ کو سجدہ کیا کریں۔ پھر جب سفر سے واپس لوٹا تو آپؐ کی خدمت میں حاضری دی تو میں نے یہی تمنا اور خواہش آپ کے سامنے عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔

"(میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد) اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرو گے تو کیا اس کو سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ایسے ہی اب بھی نہ کرو ——— گویا آپ نے انہیں توجہ دلائی کہ میں تو فانی ہستی ہوں، سجدہ کی مستحق وہی ذات ہے جو حی لایموت ہے، باقی ہے، اس پر کبھی فنا نہیں ——— اور پھر آپ نے اس بات کو زندگی میں اور خاص طور پر زندگی کے آخری ایام میں بار بار دہرایا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ

(باقی ۸ پر)

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

مسلمانوں کی عزّت و آبرو کی حفاظت

جانشین شیخ التفسیر رحمہ اللہ حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز!

سورۂ حجرات جو اسلام کے نظام ادب کے سلسلہ میں بنیادی اہمیّت کی حامل سورۃ ہے۔ اس کی ایک آیت کا ٹکڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ "تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ اولاد آدم ہونے کی حیثیت سے تمام نسل انسانیت اور اولاد آدم آپس میں بھائی بھائی ہے، لیکن ان میں سے جو لوگ بتوفیق الٰہی کلمہ ایمان و اسلام پر متفق ہوتے ہیں وہ دینی برادری کہلاتی ہے اور اس کی تعبیر قرآن نے اس ٹکڑے میں اس طرح فرمائی کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

حضور اقدس نبی مکرم قائدنا الاعظم محمدؐ عربی علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے المسلم اخ المسلم کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ گویا اسی آیت قرآنی کی یہ بھی ایک تعبیر ہے۔

بہ حیثیت بھائی ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حق ہیں ان میں سے ایک حق اس کی عزت و آبرو کی حفاظت و حمایت ہے۔ اس سلسلہ میں نبی مکرم علیہ السلام کے چند ارشادات کا نقل کر دینا کافی ہے کہ ہماری متاع اور سرمایہ قرآن و سنت ہی ہیں۔

امام ابوداؤد قدس سرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے رسول مکرم، نبی محترم، امام الھدیٰ، سیّد الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد گرامی نقل کیا جس کا ترجمہ و مفہوم یہ ہے: "جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کسی ایسے موقعہ پر بے مدد چھوڑدے جب اس کی عزت پر حملہ ہو اور اس کی عزت خطرہ میں ہو، اس کی آبرو اتاری جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے بے توفیق و محروم القسمت بندے کو کبھی ایسے وقت و موقعہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا خواہش مند اور طلبگار ہوگا۔ اور جو با توفیق و خوش قسمت مسلمان دوسرے مسلمان کی ایسے موقعہ پر مدد و حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت و آبرو پر حملہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقعہ پر اس کی مدد فرمائیں گے جہاں وہ اس کی نصرت و مدد کا خواہش مند و طلبگار ہوگا۔

ایک دوسرے عظیم المرتبت صحابی حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے حضرت الامام ابوداؤد قدس سرہٗ ہی نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے اس میں حضرت نبی مکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "جس نے کسی بے دین و منافق کے شر سے کسی بندۂ مومن کی حمایت کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ مقرر فرمائیں گے جو اس کے گوشت یعنی جسم کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔ اور جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے، گرانے اور رسوا و ذلیل کرنے کے لئے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دے گا اس وقت تک کے لئے کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف ہو جائے۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک خادم حدیث نے لکھا ہے کہ "مطلب یہ ہے کہ کسی بندۂ مومن کو بدنام و رسوا کرنے کے لئے اس پر الزام لگانا اور اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ایسا سنگین اور اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا اگرچہ مسلمانوں میں سے ہو جہنّم کے ایک حصہ پر (جس کو حدیث میں جسر جہنم کہا گیا ہے) اس وقت تک ضرور قید میں رکھا جائے گا جب تک جل بھن کر اپنے اس گناہ کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے جس طرح کہ سونا اس وقت تک آگ پر رکھا جاتا ہے جب تک کہ اس کا میل کچیل ختم نہ ہو جائے۔

حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابل معافی ہے لیکن آج ہم مسلمانوں کا، ہمارے خواص تک کا یہ لذیذ ترین مشغلہ ہے۔ جس مجلس کو دیکھو، جس آدمی کے پاس بیٹھو وہ دوسروں کے درپے ہے۔ فریب آگہی نے انسانوں کو اتنی پستی میں گرا دیا ہے کہ وہ اپنے جہان کی خبر تو نہیں لیتا لیکن باقی ساری دنیا کا اپنے آپ کو ٹھیکیدار سمجھتا ہے۔ غیبت ہو رہی ہے، دوسروں کے جرائم گنوائے جا رہے ہیں اور دوسروں کی کمزوریاں اور نقائص مزے لے لے کر بیان ہو رہے ہیں —— اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس طرح انسان اپنی نیکیاں دوسروں کے کھاتہ میں ڈال دیتا ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ منقول ہے کہ کوئی شخص انہیں برا بھلا کہتا وہ اس کے پاس ہدیہ ارسال کرتے لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ وہ ہمارا محسن ہے۔ اپنی نیکیوں کے ذریعہ ہم پر احسان کرتا ہے۔ گویا ہماری عاقبت سنوار رہا ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی دنیا سنواریں۔ حالانکہ ایک مسلمان کا فرض تو یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے کام آئے۔ دکھ اور تکلیف میں اس کی مدد کرے۔ اس کا ہاتھ بٹائے، کوئی دوسرا اس کے درپے ہو تو اسے اس سے روکے۔ کسی کو کسی کی برائی سے روکنا یہ ظالم و مظلوم دونوں کی مدد ہے۔ آخر ظالم دوسرے کو کوس کر اور بُرا بھلا کہہ کر اپنا سوا ستیاناس کرتا ہے اس کو روکنا بھی تو نیکی ہے اور اس کے ساتھ ایک طرح کی بھلائی —— اور یہی بات حضور علیہ السلام نے فرمائی اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔ اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم اور ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ اس سوال پر آپؐ نے یہی فرمایا کہ اس کو اس بے ہودگی سے روکو —— مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت و حمایت کے ضمن میں دو ایک اور ارشاداتِ نبوّت سن لیں:—

امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح السنۃ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول کریم علیہ السلام سے سنا کہ جب کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی آبرو پر ہونے والے حملہ کا جواب دے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ اس سے دفع کرے۔

ایک روایت حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جس کو امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں نقل کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کے خلاف کی جانے والی غیبت اور بدگوئی کی اس کی عدم موجودگی میں مدافعت اور جوابدہی کی، تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ جہنم کی آگ سے اس کو آزادی بخش دے"

اسی طرح کی ایک روایت امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی شرح السنۃ میں نقل کی جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "جس کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت کر سکتا ہو اور پھر کرے بھی تو اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائیں گے لیکن اگر قدرت کے باوجود اس نے حمایت نہ کی تو اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کوتاہی پر پکڑیں گے (اور سزا دیں گے)۔

سو محترم حضرات! ہمارا فرض ہے کہ ہم خود بھی دوسروں کی عزت و آبرو کا پاس و لحاظ کریں اور اس جرم کی شناعت و قباحت سے اللہ کی مخلوق کو بچائیں بھی کہ اسی میں بندگانِ خدا کی خیرخواہی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے لئے صحیح معنوں میں خیرخواہی کے جذبات سے نوازے آمین بحرمۃ سیدالمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ——— و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ : مجلس ذکر

کی کرنا اور میری قبر کو سجدہ گاہ، عبادت گاہ اور میلہ کی جگہ نہ بنانا، اس پر میلے نہ کرنا پچھلی قوموں کے انجام سے بچنا، وہ ذلّت و خواری کا شکار اس لئے ہوئیں، کہ انہوں نے اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

ان گذارشات کا مقصد یہ ہے کہ جس ذات اقدس کا نام لینے ہم اکٹھے ہوتے ہیں اس کے حقوق پہچانیں اور داتا و خود مختار اسے سمجھ کر اسی کی چوکھٹ پر جھکیں اور بس۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی عبادت و بندگی کی توفیق دے اور شرک، بت پرستی، قبر پرستی اور خواہش پرستی سے بچائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : اداریہ

استعمال کرنا شروع کر دو ——— اب تم خاموش رہو ——— آخر ایسا کیوں؟

"محدّث کچھوچھوی" کے جانشین کانگریس کے ٹکٹ پر اسمبلی کا الیکشن لڑیں، اسمبلی ہال میں کانگریس کی سیٹوں پر بیٹھیں تو درست اور شیخ الاسلام مولانا مدنی کے صاحبزادے ان سیٹوں پر بیٹھیں یہ غلط۔ آخر ایسا کیوں؟ اس ملک کے مخصوص حالات سے قطع نظر کرکے آپ کو سوچنا چاہیئے اور اپنے یہاں اصلاح کی کوشش کریں اور بدعات کی گرم بازاری سے قوم کو بچائیں کہ اسی میں دنیا کی بہتری ہے اور اسی میں عاقبت کی بہتری ——— !

مرشدی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور ہم

خاکپائے حضرت لاہوریؒ ۔ یوسف سلیم چشتی الحسینی

تمہید یہ واقعہ سنہ ۱۹۲۹ء کا ہے جس سال انجمن حمایت اسلام لاہور نے ڈاکٹر اقبال مرحوم اور سید غلام بھیک نیرنگ مرحوم کی فرمائش پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے "اشاعتِ اسلام کالج" قائم کیا تھا تاکہ آریوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان مبلّغین اور مناظرین تیار کئے جا سکیں۔ کالج کی کمیٹی کے صدر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور سیکرٹری شیخ عظیم اللہ صاحب مرحوم ایڈووکیٹ منتخب ہوئے اور میرا بحیثیت پرنسپل تقرر کیا گیا تھا۔

کالج نیا نیا قائم ہوا تھا اس لئے انتظامی معاملات میں ہدایات لینے کے لئے مجھے اکثر اوقات حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں جانا پڑتا تھا۔

آغاز داستان ایک دن مَیں حسب معمول حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مکان کے سامنے اور ارد گرد جمع ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خفیہ پولیس کے لوگ (ذمہ دار ارکان) حضرت اقدسؒ کے گھر کی تلاشی لے رہے ہیں کیونکہ کسی مخبر نے حکومت کو اطلاع دی ہے کہ حضرتؒ کا پنجاب کی "دہشت پسند تحریک" (Terrorial movement) سے خفیہ تعلق ہے اور ان لوگوں نے چند خطرناک بم حضرت کے گھر میں چھپا کر رکھے ہیں تاکہ "داشتہ آید بکار"۔

حضرتؒ کے دروازے کے سامنے ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی جس پر آپؒ اپنے بیٹے مولوی عبیداللہ انور سلمہٗ کو گود میں لئے بیٹھے تھے۔ مَیں سلام کرکے پائنتی کی طرف بیٹھ گیا۔ سارے مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حضرتؒ بھی خاموش تھے مگر چہرے پر کسی قسم کی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد تینوں پولس افسر (ایک سکھ انسپکٹر اور دو ہندو سب انسپکٹر) باہر آئے اور حضرتؒ سے کہا کہ "اندر چلئے اور مستورات کو جو باورچی خانے میں ہیں اوپر پہنچا دیجئے تاکہ ہم نیچے کے کمرے اور باورچی خانے کی تلاشی لے سکیں۔ حضرت نے یہ سن کر، بچے (مولوی عبیداللہ انور سلّمہ) کو میری گود میں دیا اور پولس کے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔ بچے کی عمر اس وقت دو یا تین سال کی ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت اور پولس کے آدمی باہر آئے تو حضرتؒ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور آمنے سامنے بیٹھ گئے بیٹھ جانے کے بعد سکھ انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا۔ "مولوی صاحب ہمیں بہت افسوس ہے کہ مخبر نے جھوٹی اطلاع دی تھی۔ آپ کے گھر میں کوئی بم نہیں ہے۔ ہم بہت شرمندہ ہیں کہ ہم نے آپ کو بلا وجہ زحمت بھی دی اور ذہنی پریشانی میں بھی مبتلا کیا۔ ہمارے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے مگر ملازمت کی مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اب آپ اپنی زبان سے کہہ دیجئے کہ "مَیں نے تم لوگوں

کو معاف کر دیا" تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے"۔ اس پر حضرت نے ان سے کہا۔ "مَیں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ مَیں جانتا ہوں، تم مجبور ہو"۔ یہ سن کر انہوں نے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد سکھ انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا کہ مَیں ایک بات پوچھنی چاہتا ہوں جس کا تفتیش سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ تفتیش تو ختم ہو چکی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ "شوق سے پوچھو"۔ اس پر اس نے کہا کہ حضرت! جب ہم نے آپ کے باورچی خانے کی تلاشی لی تو سب ہانڈیاں (برتن بھانڈے) خالی تھیں نہ تو باورچی خانے میں آٹا ہے نہ دال یا گوشت یا ترکاری ہے نہ کسی ڈبے میں ہلدی مرچ مسالہ ہے تو آپ کھاتے کیا ہیں؟"

حضرت مسکرائے اور فرمایا۔ "داروغہ جی! ہم اپنے اللہ کے مہمان ہیں۔ جب وہ غذا بھیج دیتا ہے، ہم سب گھر والے اس کا شکر ادا کر کے کھا لیتے ہیں اور جب وہ کچھ نہیں بھیجتا تو ہم اس کا شکر ادا کر کے ٹھنڈا پانی پی لیتے ہیں۔ جو ہمیں ہر وقت اور ہر جگہ مل سکتا ہے۔ ہم تو اس کے بندے ہیں اس لئے وہ جس حال میں رکھتا ہے ہم راضی رہتے ہیں۔ بندے کا کام تو ہر حال میں سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔"

یہ سن کر اس سکھ انسپکٹر پر رِقّت طاری ہو گئی اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا۔ "واہ گرو کی کرپا سے آج ایک "رِشی مہاتما" کے درشن ہو گئے۔" یہ کہہ کر اس نے میرے سامنے وردی کے کوٹ کے بٹن کھولے اندر واسکٹ کی جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا، اور چارپائی سے نیچے اتر کر حضرت کے چرنوں (قدموں) میں بیٹھ کر وہ نوٹ ارپن (نذر) کیا۔

حضرتؒ نے وہ نوٹ اٹھایا اور کہا "دیکھا انسپکٹر صاحب آپ نے! یہ نوٹ ہمیں اللہ نے عطا کیا ہے تاکہ ہم آج کھانا کھا سکیں۔" یہ کہہ کر آپؒ نے وہ وہ نوٹ اپنے ایک مرید کو دیا اور کہا۔ "بازار سے کھانے کا سامان خرید لاؤ۔"

واضح ہو کہ یہ واقعہ ۱۹۲۹ء کا ہے جب ایک میٹرک پاس نوجوان کی تنخواہ دس روپے ماہوار ہوتی تھی اور بکری کا گوشت تین آنے سیر بِکتا تھا۔ جو آج پچیس روپے کلو ملتا ہے۔

حرفِ آخر

یہ واقعہ اس شدید روحانی اور قلبی تعلق کا سبب بن گیا جو مجھے حضرت لاہوری کی ذات سے استوار ہوتا چلا گیا۔ اور آپ کی وفات (۲۲ر فروری ۱۹۶۲ء) تک ہی قائم نہیں رہا بلکہ آج دسمبر ۱۹۸۲ء میں بھی علیٰ حالہٖ قائم ہے۔ میرے دل میں توحید ایزدی کی جو شمع حضرتؒ نے ۱۹۲۹ء میں جلائی تھی۔ وہ آج بھی روشن ہے اور قبر میں بھی روشن رہے گی۔

حضرتؒ نے اللہ کے حکم سے ایک عزت خصوصی بھی مجھے عطا کی تھی۔ وہ یہ تھی کہ جمعرات کی مجلس ذکر میں آپ صرف مجھ سیہ کار کو اپنی جائے نماز پر، اپنی بائیں جانب بٹھایا کرتے تھے۔ یہ اعزاز اور کسی کو حاصل نہیں تھا۔

۱۹۳۰ء سے تا ایں دم، دین کی جو بُری بھلی خدمت مَیں نے انجام دی ہے وہ سب میرے حضرتؒ ہی کی توجہ اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا تھا کہ "اللہ کا شکر ہے، تمہارے دل میں توحید جاگزیں ہو گئی ہے۔"

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ وفضلہٖ الیٰ یوم الدین۔

واہ ضلع اٹک میں درسِ قرآن کی تقریب پر مولانا عبید اللہ انور کے ارشاداتِ عالیہ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کی توجہ و سرپرستی میں ہونے والے درسِ قرآن کی سالانہ تقریب میں حضرت مولانا عبید اللہ انور کی تقریر کا قلمی حصہ اس سے قبل شائع ہو چکا ہے ما بقی حصہ پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

مرتب: محمد عثمان غنی صاحب، واہ

یہ تبرکاً اس ماہِ تقدس کی نسبت سے مجھے پسند آئیں چیزیں، میں نے آپ کے بھی گوش گذار کر دیں۔

اب اتفاق ایسا ہے کہ ہمارا پروگرام دوسری جگہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ موقع دیں، آپ حضرات سے مجھے بڑی محبت ہے، جی چاہتا ہے زیادہ سے زیادہ آپ کی خدمت میں حاضری کا اللہ تعالیٰ موقعہ عطا فرمائے۔ انشاء اللہ ضرور حاضر ہوں گے۔

حضرت مدنیؒ کی شانِ رفیع

اتنی خوشی ہے کہ جتنا بھی میں بیان کر دوں کم ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں قرآن کی برکت سے ہزاروں انسانوں کی زندگیاں، صورتیں، سیرتیں، اخلاق، کردار بدل دئے۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے اسی سال تقریباً عمر پائی، ساٹھ سال کے قریب انہوں نے دو دن دلّی میں درس دیا ہے اور اُس سے ہزاروں انسان راہِ خدا میں ایسے نِکلے کہ جنھوں نے جہادِ بالاکوٹ میں آکر راہِ خدا میں جانیں قربان کر دیں۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے والد حضرت شاہ ولی اللہؒ حدیث کی تکمیل کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔ دو حج کئے اور اُس کے بعد آکر کے انہوں نے دِلّی میں قرآن کی اور اسلام کی اور خاص طور پر حدیثِ خیر الانامؐ کی وہ خدمت کی کہ پھر اُسی کی برکت سے جب انگریز بیچ میں آگیا تو دار العلوم دلّی سے دیوبند منتقل ہوا تو حضرت نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں۔ میری دس انگلیوں سے ہاتھ کی اور پاؤں کی دُودھ بہہ رہا ہے۔ اُن کے شیخ نے تعبیر کی کہ اللہ تعالیٰ علمِ حدیث کی خدمت اسی طرح لے گا کہ جیسے چشمۂ فیض جاری ہوتا ہے۔ یہ دس چشمے ہیں فیض کے۔ اُسی سے حضرت قاضی صاحب نے فیض حاصل کیا ہے، یہ سیاہ کار بھی دیوبند میں رہا ہے تقریباً چھ سات برس اور میرے بھی شیخ وہی ہیں، آج جب نام لیتے ہیں آپ حضرتِ مدنیؒ کا تو میرا بھی دِل بھر آتا ہے۔ وہ کیا چیزیں تھیں!

؏ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

کیا کیا جائے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دَور میں سچے غلام تھے۔ علماً، عملاً، قولاً، فعلاً، عشق کے اعتبار سے کوئی بھی ایسی بات ہے جو ہم کہیں صحابہؓ میں تھی اور ان میں نہیں تھی؟ بس فرق یہی ہے کہ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم۔ صحابہؓ پہلے تھے اور یہ اُن کے نام لیوا بعد میں تھے۔ لیکن اُن کے اخلاق، کردار، میں کیا عرض کروں؟ حضرت ابراہیمؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ مہمان نواز تھے، مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ میں نے حضرت مدنیؒ کو بغیر مہمان کے کبھی کھانا کھاتے دیکھا ہی نہیں۔ چھ سال رہا۔ آپ کا مہمان، میرا مہمان، مقروض ہوتے تھے، جیل سے خط لکھا صاحبزادے کو کہ مہمانوں کی اُسی طرح خدمت کرو جس طرح میں کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو یہ خدمت بہت ہی محبوب اور پسند ہے، اللہ کے حبیبؐ کو بھی بڑی پسند تھی، انہوں نے لکھا کہ اگر گھر میں پیسے نہ ہوں تو فلاں اُستاذ سے قرض لو، میں آکے دُوں گا، لیکن مہمانوں کو کھانا اچھے سے اچھا پیش کرو۔ جب خود جیل میں ہیں اور مہمانوں کو قرض لے کر کھلانے کی اپنے بیٹے کو تاکید کر رہے ہیں۔

اکابرِ دیوبند

بہرحال میں نے دیکھا آٹھ آٹھ دن کے

بعد گرتے پڑتے سفر سے آئے، کھانا بعد میں حدیث کا سبق پہلے ہے۔ اس کے بعد چند نوالے لئے اور تہجد کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور چھ چھ دن سے بے خواب ہوتے تھے۔

کیا عرض کریں، اُن کی برکت سے حدیث کا وہ فیضان ہوا ہے کہ ابھی پچھلے سال ہم گئے تھے اور حضرت قاضی صاحب بھی دیوبند میں، چین سے، انڈونیشیا سے، دنیا کے ہر کونے سے محدثین، مفسرین، فقہا، علماء، اہل اللہ آئے ہوئے تھے۔ یہ دیوبند کا وہ سو سالہ فیض ہے جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

دیوبند کے سنہری اصول

انہوں نے قوم سے ٹھیکریاں لی ہیں، بالکل سکے کھوٹے، سُودی کاروبار سے ہمیشہ انہوں نے بچایا کہ مولانا محمد قاسمؒ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ حکمرانوں سے چندہ نہیں لینا، مالداروں سے چندہ نہیں لینا، سودی کاروبار والوں سے چندہ نہیں لینا، غریب غرباء مسکین جو حلال کی کمائی کماتے ہیں، اُس میں سے جو خود ہی چندہ دیں گے، چنانچہ جو وائسرائے آیا، جو گورنر یوپی کا آیا، اُس نے کہا ہم آپ کو ایڈ (AID) دینا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اپنے اصول کے مطابق لے نہیں سکتے۔ اگر لے لیتے تو پھر دخل در معقولات بھی ہوتا۔ اُس کے بعد پھر یہ قاضی صاحب جیسے آدمی پیدا نہ ہوتے۔ پھر وہ اور ہی پیدا ہوتے ڈپٹی کمشنر جیسے پیدا ہوتے ہیں، یا پولیس افسر پیدا ہوتے۔ یہ اُس کا فیض ہے۔

بشارت اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ دار القرآن کے لئے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی قیامت تک دار العلوم دیوبند کی طرح، جامعہ ازہر کی طرح پورا جامعہ بنا دے اور مسلمانوں کی ہدایت کا، مسلمانوں کی نجات کا، مغفرت کا، قرآن و حدیث میں رنگے جانے کا اسے ذریعہ بنائے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ؗ (البقرہ ۱۳۸)

اس سے کونسا اچھا رنگ ہے، ہیں عثمان غنی کو دیکھ کے حیران ہوتا ہوں کس طرح حدیث پیاری پڑھتے ہیں! حالانکہ بی اے ہیں، لیکن قاضی صاحب کا فیضِ صحبت دیکھئے کہ بی اے ہوتے ہوتے اُن کو چار چاند لگ گئے۔

اور آپ میں سے کتنے ایسے نورانی چہرے پیدا ہوگئے ہوں گے۔ کیسے کیسے آپ کے عمل اور کردار سنور چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو وابستہ رکھے اور اِن کو بھی تادمِ آخر خدا کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

سچے مسلمان

یہی سب سے بڑا انقلاب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں برپا کر دیا۔ آپ صحابہؓ کی زندگیاں دیکھیں کہ پہلے کیا تھیں اور بعد میں کیا ہوگئیں؟ دنیا میں ہمیشہ شراب کے نقصانات گنانے آج سب سے زیادہ اور ہمیشہ رہے ہیں لیکن اگر کبھی خاتمہ ہوا ہے تو پھر نبی خیر الانامؐ کی برکت سے مدینے میں ہوا ہے کہ جب مٹکے توڑے پھوڑے گئے ہیں تو پھر ناجائز شراب کا کوئی مٹکا نہیں پکڑا گیا، چوری کسی نے نہیں بنائی نہ پی، کہتے ہیں اِس طرح شراب بہہ رہی تھی جیسے کہ بارش کا پانی بہتا ہے۔ یہ انقلاب آپؐ نے دس سالہ مکی زندگی میں پیدا کیا۔ تیرہ سالہ مدنی زندگی میں افعال درست کئے، اعمال درست کئے، نماز روزے کی پابندی انہیں سکھائی، دس سالہ مکی زندگی میں پھر انقلاب برپا کیا، جہاد برپا کیا، اور اُس کے بعد پھر انصار اور مہاجرین نے مل کے عرب فتح کیا۔ پھر عراق اور شام اور اُس کے ساتھ ایران، پھر ہندوستان تک اسلام پہلی صدی کے اندر پہنچ گیا۔ اور خدا کی قدرت ہے کہ انڈونیشیا میں کوئی محمود غزنوی نہیں گیا، کوئی شہاب الدین غوری نہیں گیا، سب سے زیادہ مسلمان وہاں مبلغ ہیں، وہاں کافی مسلمان گئے ہیں عمل سے زندگی بنتی ہے۔ انہوں نے قول نہیں پیش کیا، عمل پیش کیا ہے اور اسی لئے آج سب سے زیادہ وہاں ہیں اور اُن پر کوئی الزام نہیں لگا سکتا، ہمارے لئے تو کل تک کہتے آئے ہیں انگریز کہ اسلام بزورِ شمشیر محمود غزنوی نے پھیلایا لیکن وہاں تو کوئی محمود غزنوی نہیں گیا، وہاں کس نے پھیلایا؟ آج بھی مسلمان یہاں سے وہاں زیادہ ہیں۔ اور نیک اتنے ہیں کہ حج پہلے کرتے ہیں شادی بعد میں۔ اندازہ لگا لیجئے اور یہ اللہ کی دین ہے، علماء کی برکتیں ہیں، وہاں قاری، علماء، حفاظ، مصر سے پڑھ کے، دیوبند سے پڑھ کے جاتے ہیں، میرے ساتھ پتہ نہیں کتنے انڈونیشی طالب علم تھے، پنجاب کے اور یوپی کے کم تھے، انڈونیشیا کے اور افغانستان کے زیادہ تھے۔

مجاہدینِ افغانستان کو خراجِ تحسین

اور یہ افغانستان میں موجودہ جو جنگ

ہے یہ علماء کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اُن کے ایمان اور جرأت کی داد دینی پڑتی ہے اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ

حضورؐ نے فرمایا کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔ کتنی بڑی طاقت کو انہوں نے چنے چبوا رکھے ہیں؟

؎ لڑا دے ممولے کو شہباز سے

یہ ممولے شہباز سے لڑ رہے ہیں۔ کہاں روس کی طاقت؟ امریکہ اُس سے کھچتا ہے، اور یہ نہتے، بے کار بے چارے، ناتربیت یافتہ، لیکن دل میں ایمان سُلگ رہا ہے۔ نورِ ایمان ہے کہ انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا کہ ہم کیسے خدا کا انکار کر دیں؟ رسولؐ کا انکار کر دیں؟ کیسے لادینیت قبول کر لیں؟ وہ دراصل پاکستان کی جنگ لڑ رہے ہیں، اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں، وہ اپنی جنگ تو لڑ ہی رہے ہیں لیکن اُس کے ساتھ ساتھ ہمیں اُن کے لئے خاص طور پر دعا کرنی چاہیے کہ اللہ انہیں کامیابی دے۔ کب سے بے چارے پریشان ہو رہے ہیں؟ وہ بھٹک کے یہاں ۲۳ لاکھ پہنچ گئے ہیں اور ایران کے اندر الگ، اور یورپ میں اور کہاں کہاں بے چارے بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

معذرت

چونکہ وقت نہیں ہے، اتفاق ایسا ہے کہ میں نے کہیں وقت دیا ہوا ہے، وہ ہمارے مکے سے مہمان ہیں، اُن کے ہاں شادی ہے، حضرتؒ کے اور میرے بڑے بھائی کے بڑے خادم تھے، اُن کی بڑی تمنا تھی، بہرحال آپ اس وقت اجازت دے دیجئے، پھر انشاء اللہ کوشش کروں گا، جتنا جلد موقعہ ملے، جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب کے ارشادات سے محروم رکھیں، وقت کی تنگی کی وجہ سے آپ کو ان کی تقریر نہیں سُنا سکتے، جس طرح قاضی صاحب نے فرمایا ہے وہ وہ پاکستان کے خطیبِ اسلام ہیں، خطیبِ پاکستان ہیں، انشاء اللہ کسی موقعے پر زیادہ وقت دیں گے۔

دعائیہ جملے

اب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب بہن بھائیوں کے جو جو نیک ارادے ہیں پورے فرمائے، سب کو عمرِ طویل عملِ صالح کی توفیق، رزقِ حلال اور صحت کے ساتھ، اپنی یاد کے ساتھ اللہ زندہ اور تابندہ رکھے اور جب اللہ دنیا سے اٹھائے تو ایمانِ کامل سے اٹھائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اُٹھائے، آپؐ کی شفاعت نصیب فرمائے، حوضِ کوثر سے مجھے آپ کو سب کو سیراب فرمائے، اللہ تعالیٰ شہادت کی موت دیں اور زندہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ ایک مجاہد کی زندگی اور غازی کی زندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو زندہ رکھیں، شہادت کی موت دیں یا کم از کم کلمے والی موت ہر بہن بھائی کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے آپ کے کل بیماروں کو اللہ شفا دے، جو ہسپتالوں میں بیمار پڑے ہیں، آپ کے اور ہمارے واقف، اللہ اُن کو شفاءِ کامل سے سرفراز فرمائے، ہمیں اور آپ کو روحانی، جسمانی، ذہنی پریشانیوں سے شفاء دے، حضرت قاضی صاحب کا کتنا بڑا فیض ہے اِس سارے علاقے میں، اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادوں کو بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلائے اور قرآن کی شمع ہمیشہ روشن رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اِدھر حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب ہیں، قرآن کے یہ عاشق ہیں اور قرآن کی خدمت انہوں نے اسی طرح شروع کر رکھی ہے لاہور میں، اور ہزاروں کی زندگیاں ان کی برکت سے پلٹی ہیں، لاہور میں سب سے زیادہ فیض اِن کا جاری ہے .... (اس مرحلہ پر حضرت کے صاحبزادۂ محترم جناب میاں محمد اجمل قادری صاحب نے سٹیج کے قریب تشریف لا کر حضرتِ اقدس کے کان میں بات کی) تو آپ نے فرمایا .... اچھی بات ——— یہ خوشی کی بات ہے، میں نے اِن سے کہا تھا کہ اُن سے یہ کہہ دیجئے کہ تھوڑا سا ہمیں وقت دے دیں، کچھ تو آپ کے اسباق ہو جائیں گے اور میری اپنی خواہش ہے کہ اتنی دیر سے ہم لائے ہوئے ہیں حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب کو، تو چند جملے کہیں، مجھے خود اُن کی تقریر سُن کے رُوح کو لذت اور تازگی نصیب ہوتی ہے۔ ان کے ارشادات سے بھی ہمیں محروم نہیں رہنا چاہئے۔ اُس کے بعد پھر میں دعا آخر میں کر دوں گا خوشی ہے کہ تھوڑا سا وقت ہمیں مل گیا ہے۔

دُعا

از امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم

اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو اور حضرت

مولانا محمد اجمل خاں صاحب کو سلامت رکھے ہمارے سروں پر ـــــ اچھا بھائی امین نے کہا تھا مجاہدین کے لئے مجاہدین کے لئے دُعا کرنی چاہئے ۔ اللہ مجاہدوں کو عزّت کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لے کے جائے اور ظالم یہودی درندوں سے اور روسی درندوں سے نجات عطا فرمائے ۔ یہ بھائی کہتے ہیں میری ہمشیرہ صاحبہ بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرمائے ۔ جو بھی آپ کے عزیزوں میں بلکہ ہسپتالوں میں ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا دے ۔ اور امراض روحانی، جسمانی ، ذہنی پریشانیوں سے سب کو شفا دے ۔ جو بچے لائق ہیں شادی کے، اللہ سب کو آبادیاں نصیب کرے ۔ جو اولاد کے شائق ہیں اللہ اولادیں نصیب فرمائے ۔ سب کے کاروبار میں، رزق میں دن دوگنی رات چوگنی برکت عطا فرمائے ۔ اللہ اپنی یاد کی توفیق دے اور ہمیں بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف عطا فرمائے ۔ صورتاً، سیرتاً، اخلاقاً، کرداراً، ہر اعتبار سے، اور اللہ تعالیٰ سے ان مجاہدوں کے لئے دعا ہے کہ اللہ ان کو جہاد میں کامیابی دے ۔

سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑہ سرفروشی کے فسانے میں

جن مجاہدوں کو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے نقشِ قدم پر چل کر ایمان کی خاطر لڑنے کی توفیق دی ہے، زمین کی خاطر نہیں لڑ رہے ہیں اللہ اور دین کی خاطر لڑ رہے ہیں اور لادینیت سے توبہ کر کے اپنے آپ کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہیں، اللہ اُن کی مدد فرمائے، آزادی عطا فرمائے، جو صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چل کر شہادت پا چکے ہیں اللہ اُن کے درجے بلند فرمائے ، پسماندگان کو صبر، اجر، کامیابی عطا فرمائے ۔ اس مسجد اور مدرسے کے لئے دُعا ہے اللہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی اور کامیابی عطا فرمائے ۔ یہ قرآن کا فیض ہے کہ آپ کہاں کہاں سے کھچے چلے آئے ہیں، خود حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب اور میں بھی اسی قرآن کی برکت سے آیا ہُوں ۔ قاضی صاحب کو اللہ صحت دے، بے چاروں کے گھٹنوں میں تکلیف ہے، اللہ دُور فرمائے، اللہ دین کی خدمت کے لئے تاحیات چلتا پھرتا زندہ اور تابندہ رکھے، ان کی نسلوں کو بھی اللہ اسی کام کے لئے قبول فرمائے ۔ اور اللہ آپ کو، ان کو، سب کو رزقِ حلال طیب اپنی جناب سے بلا محنت مشقّت وافر عطا فرمائے، کسی کو کسی کا دست نگر، محتاج، مقروض نہ بنائے ۔ اور جو آپ کی نیک آرزوئیں ہیں اللہ ساری پوری کرے ۔ اللہ جو شادی کے لائق ہیں انہیں اپنے فضل سے جلد از جلد ماں باپ کو اس نعمت سے آزاد کرے، سبکدوش فرمائے اور اللہ تعالےٰ اچھی بیویاں عطا فرمائے ، اللہ چڑیلوں سے پالا نہ ڈالے، اللہ تعالےٰ آپ کی جو نیک آرزوئیں ہیں مثلاً حرمین کا شوق ہے ، زیارت کا شوق ہے، اللہ بار بار اہل وعیال سمیت نصیب فرمائے ۔ آپ کی اور بھی جو نیک آرزوئیں ہیں اللہ تعالیٰ ساری پوری فرمائے ۔ اللہ آپ کی ضرورتوں سے بہتر واقف ہے قرآن کی برکت سے اللہ قبول فرمائے ۔ حضورؐ کے صدقے قبول فرمائے ۔ کرنل سلیم صاحب کے صاحبزادے بیمار ہیں اُن کے لئے دل سے دُعا ہے اللہ تعالیٰ اُن کو جلد سے جلد کامل عاجل صحت نصیب فرمائے ۔ اور بھی سب بھائیوں کے لئے دُعا ہے جو بھی نیک آرزوئیں رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پوری فرمائے، اللہ تعالےٰ گھر جاتے سے پہلے کامیاب فرمائے ۔ خالی ہاتھ آئے تھے، اللہ تعالیٰ جھولیاں بھر کے واپس لے جائے ـــــ

آخر میں عثمان بھائی کے لئے دعا ہے، خوشی محمد کے لئے دعا ہے کہ جنہوں نے یہ پودا لگایا اور یہ پھلتا پھولتا نظر آ رہا ہے، اللہ ان کی، آپ کی ، ہماری، قاضی صاحب کی، سب کی نجات کا، مغفرت کا، ترقیٔ درجات کا وسیلہ اور ذریعہ بنائے اور قیامت کے دن حضورؐ کی شفاعت کا وسیلہ بنائے اور سب کی قبروں کو جنّت کا باغ بننے کا اللہ اس کو ذریعہ بنائے ۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے حرزِ جان بنانے کی اور حدیثِ خیر الانامؐ کو دستورِ زندگی بنانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ اس ملک میں قرآن کو عملاً نافذ اور رائج کرنے کی توفیق دے ۔ اللہ ہر مسلمان کو غازی بنائے ، رزقِ حلال نصیب فرمائے، مشتبہ حرام مال سے، ہر قسم کے سُودی کاروبار سے سب کو چھٹکارہ عطا فرمائے ۔ سب کی ضرورتوں سے اللہ بہتر واقف ہے اللہ سب کی دستگیری فرمائے ۔ آمین

اب چونکہ مجھے جلدی ہے، وعدہ کیا ہُوا ہے، انشاءاللہ کوشش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ جلدی جلدی پھر حاضری کی توفیق دے اور زیادہ وقت نصیب فرمائے ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز دانش صاحب ۔ حیدر آباد ۔ سندھ

ترا درسِ اخوّت، فکرِ اُمّت ہم نہ بھُولیں گے — کبھی احساں ترا اے تاجِ رسالت! ہم نہ بھُولیں گے
زن و مال و حکومت کے تحائف تُو نے ٹھکرائے — خُدا کی راہ میں یہ استقامت ہم نہ بھُولیں گے
حرا کی غار، خندق کی صعُوبت، بدر کا میداں — تری قربانیاں اے جانِ راحت! ہم نہ بھُولیں گے
ترے ساتھی لُٹاتے جا رہے تھے سُرخ شعلوں پر — وہ ساعت یاد ہے ہم کو وہ ساعت ہم نہ بھُولیں گے
لہُو میں جوش آجاتا ہے ذکرِ جورِ طائف سے — مگر اے داعیٔ حق! تیری شفقت ہم نہ بھُولیں گے
مسلّح دشمنوں نے تیرے کاشانے کو گھیرا تھا — وہ دہشتناک تیری شامِ ہجرت ہم نہ بھُولیں گے
گلستانِ صداقت کو لہُو سے سینچنے والے! — تیرے دندانِ اقدس کی شہادت ہم نہ بھُولیں گے
برائی پر بھلائی کی، مظالم پر دُعائیں دیں — یہ تیری شانِ تبلیغ و اشاعت ہم نہ بھُولیں گے
کھجُوروں کی غذا، خاشاک کا گھر، ٹاٹ کا بستر — یہ تیرا اُسوہ صبر و قناعت ہم نہ بھُولیں گے
سہیں گے زحمتِ زنداں، چڑھیں گے دار پر لیکن — تجھے اے صاحبِ ختمِ نبوّت! ہم نہ بھُولیں گے

زمانے کی ہر اک شے کو بھلا دیں گے مگر دانش
رسُول اللہ کے فرمان و سنّت ہم نہ بھُولیں گے

مولانا محمد علی جوہرؒ

محمد توفیق ، سٹوڈنٹ دیال سنگھ کالج لاہور

بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول کی ایک اہم شخصیت مولانا محمد علی جوہرؒ ۱۸۷۸ء میں نجیب آباد (بجنور) میں پیدا ہوئے۔ آپ صرف دو سال کے تھے کہ والد محترم عبدالعلی خان وفات پا گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بہت حوصلہ مند اور باہمت خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش اور اُن کی تربیت اس انداز سے کی کہ انہوں نے وطن کی خدمت، حصول آزادی اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے عمریں وقف کر دیں۔

مولانا محمد علی جوہر اور آپ کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی طالب علمی کے دور میں علی گڑھ کے طالب علم لیڈر تھے۔ مولانا جوہرؒ بہت ذہین اور حاضر دماغ طالب علم تھے۔ دونوں بھائی علی گڑھ کے انگریز سٹاف کے سخت خلاف تھے اور باغی گروہ کے سرغنہ تھے۔ ۱۸۹۹ء میں مولانا نے علی گڑھ سے بی اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا تو آپ کی رخصتی پر پرنسپل بہت خوش ہُوا کیونکہ ایسا طالب علم جو طلبہ کے حقوق کے لئے ہر وقت لڑنے کے لئے تیار رہتا تھا آج کالج سے رخصت ہو رہا ہے۔ عام طلبہ کو اس کا بہت رنج تھا کہ لڑائی بھڑائی میں ان کی قیادت کرنے والا اور ان کے لئے پروفیسروں سے بے دھڑک اور بے جھجک لڑنے والا جا رہا ہے۔ مولانا انگلینڈ گئے اور وہاں سے ماڈرن ہسٹری میں "آنرز گریجویٹ" کی حیثیت سے کامیاب ہو کر واپس آئے۔ یورپ کی رنگینیاں و شوخیاں آپ کو اپنے مقصد سے گمراہ نہ کر سکیں۔ آپ انگریزی ادب میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ علی گڑھ کے زمانہ طالب علمی میں کالج کے پرنسپل نے آپ کے مضمون کو دیکھ کر (جو علی گڑھ

> حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات پر روتے ہوئے مولانا نے فرمایا۔
> "ان کی وفات نے ہماری کمر توڑ دی۔"

منفعلی میں لکھا گیا تھا) کہا "تم ایک زمانے میں انگریزی کے بے مثل ادیب ہو گے"۔ آپ علی گڑھ میں پروفیسر بننا چاہتے تھے لیکن انگریز پرنسپل آپ کو سٹاف میں لینے کے لئے رضامند نہ تھا۔ اس بات پر کالج میں ہڑتال ہو گئی جو کئی مہینے چلی اور سیکرٹری ٹرسٹ نواب محسن الملک نے بڑی مشکل سے حالات پر قابو پایا۔ بعد میں آپ نے خود ہی انکار کر دیا۔

مولانا جوہرؒ کو صحافت سے دلچسپی تھی۔ آپ نے صحافت کا آغاز ٹائمز آف انڈیا میں آج کہاں علی گڑھ لکھ کر کیا۔

چونکہ آپ انگریزی زبان پر کامل عبور رکھتے تھے اور آپ کے استدلال اس حد تک مؤثر ہوتے تھے کہ دوسروں کو ماننا پڑتے تھے انہیں خوبیوں کی وجہ سے بعض انگریزی اخبار آپ سے لکھنے کی فرمائشیں کرنے لگے۔ آبزرور لاہور میں مزاحیہ مضامین بہت مقبول ہوئے۔

۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء کلکتہ سے کامریڈ شروع کیا۔ مولانا عبدالماجد آپ کی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں "کامریڈ کے ایڈیٹر کے لئے دنیوی ترقی کے لئے بہتر سے بہتر مواقع تھے۔ ہندوستان کا ذکر ہی نہیں انگلستانی صحافت میں بلند سے بلند کرسی ادارت اس کے لئے خالی تھی۔ مناصب سرکاری میں بڑی سے بڑی رفعت اس کے لئے چشم براہ تھی۔ عزت، ثروت، اقتدار، وجاہت کے اصنام کبیرہ نے قدم قدم پر اسے لبھایا لیکن اس کشتۂ عشق نے ماسوا کی جانب نظر اٹھانا بھی گناہ سمجھا اور سارے رشتے چھوڑ کر ایک کا ہو رہا"۔

کامریڈ ہفتہ واری پرچہ تھا۔ اس کے ساتھ "ہمدرد" کے نام سے ایک روز نامہ بھی جاری کیا۔ یہ دَور حقیقت میں عالمی سیاست میں بحران کا شکار تھا۔ برصغیر کے اندر اور باہر مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ انگریزوں کے خوفناک عزائم عالم اسلام میں تباہی مچا رہے تھے۔ بیرونی طاقتیں ترکی کے حصے بخرے کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی تھیں۔ ملک کے اندر تقسیم بنگال کی تنسیخ کی تحریک اور انگریز حکومت کا مسجد کانپور کے ایک حصے کو شہید کرنا، علی گڑھ یونیورسٹی

کے قیام کا مسئلہ۔ الغرض اتنے مسائل اس دَور میں یکجا ہو گئے تھے کہ برصغیر کی سیاست ایک اہم موڑ مڑتی نظر آ رہی تھی۔ اسی دَور میں کامریڈ اور ہمدرد کے مضامین، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ کامریڈ کی زبان اتنی اچھی اور فصیح و بلیغ تھی کہ انگریز اس کو پڑھ کر چٹخارے لیتے تھے۔ اخبار لیٹ ہو جاتے تو وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ کی بیگم لیڈی ہارڈنگ اخبار کے دفتر سے استفسار کرتی تھیں۔ جرمن کے ولیعہد ان دنوں وائسرائے کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے اپنا پرچہ علیحدہ جاری کروایا۔ فلیٹ وڈ ولسن (فنانس ممبر) جب واپس جانے لگا تو کامریڈ کی فائل لندن کے ایک مشہور ایڈیٹر کے لئے تحفہ کے طور پر لے گیا۔ ہمدرد کی زبان خالص عوامی تھی اور یہ عوام کا محبوب ترین اخبار تھا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ کے دونوں اخبار سرکاری دفاتر اور فوج میں ممنوع تھے لیکن اس کے باوجود کثرت سے پڑھے جاتے تھے جس سے مضامین کے زور اور ان کی تاثیر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

محمد علی جوہرؒ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں قوم کی قیادت بھی کر رہے تھے۔ آپ کی اولین خواہش انگریزوں کے ناپاک وجود کو اس ملک سے نکالنا تھی اس کے لئے آپ نے عوامی تحریکیں شروع کیں۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ میں ان کا ردعمل شدید تھا۔ ۱۹۱۲ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں انہوں نے اس کا بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کانپور کے مسئلہ پر آپ ایک وفد لے کر اکتوبر ۱۹۱۳ء میں نہایت خفیہ طریقے سے انگلستان پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے جانے کو خفیہ اس لئے رکھا کہ کہیں گورنر رکاوٹ نہ ڈال دے وہاں جا کر مذہبی امور میں حکومت کی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ سر جیمز لاٹوش (سابق گورنر یوپی) رکن مجلس وزیر ہند مولانا کے دلائل سے کافی متاثر ہوئے اور وائسرائے ہارڈنگ کو ہدایت دی جس پر انہوں نے یہ مسئلہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نمایاں کامیابی کے بعد مولانا دسمبر ۱۹۱۳ء میں وطن واپس آئے۔

۱۹۱۴ء میں جنگ شروع ہوئی لندن ٹائمز نے ایک اشتعال انگیز مضمون میں ترکوں کو جنگ سے دُور رہنے کا مشورہ دیا۔ مولانا یہ مضمون پڑھ کر اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور مسلسل چالیس گھنٹے کی لگاتار محنت اور جدوجہد سے ایک مضمون لکھا۔ اس مضمون پر کامریڈ اور ہمدرد کی ضمانتیں ضبط کر لی گئیں۔ آپ نے اپیل کی خود ہی پیروی کی اور جرح کر کے حکومت کے آرڈر کی دھجیاں اڑا دیں۔ عدالت اور عدالت کے باہر بیرسٹروں کا ہجوم تھا۔ جب آپ باہر نکلے تو بے ساختہ ہر ایک زبان سے نکلا کاش آپ بیرسٹر ہوتے مولانا نے فوراً جواب دیا "اب بھی جو کچھ ہُوں اس کی کونسی قدر ہو رہی ہے جو بیرسٹری میں ہوتی"۔

انگریزوں نے ترکوں کے حامی مسلمانوں کو لیڈرشپ سے محروم کرنے کے لئے دیگر زعمائے ملّت کے ساتھ مولانا محمد علی جوہرؒ کو بھی جیل بھیج دیا۔ ستمبر ۱۹۱۷ء میں نظر بندی کے اڑھائی سال بعد آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

> یہ صدر نشینی مبارک تمہیں جوہر
> لیکن صلہ روز جزا اور ہی کچھ ہے

حکومت نے آپ کی رہائی کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ باہر آ کر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے جنگ اور جنگ کے متعلقات پر کوئی اثر پڑے۔ مولانا محمد علی جوہر نے جواب دیا اگر حکومت مذہبی معاملات میں دخل اندازی کرے گی تو ہم سے بڑھ کر اس کا کوئی دشمن نہ ہو گا۔

انگریز حکمران ہر مطالبے پر غور کرنے کو تیار ہو جاتا لیکن شعلہ بیان مقرر مولانا محمد علی جوہرؒ کو رہا کرنے کی بات تک سننا گوارہ نہ تھی۔

جنگ ختم ہوئی تو جلیانوالہ باغ کا حادثہ پیش آ گیا۔ ۱۹۱۹ء میں گاندھی جی نے رولٹ ایکٹ کے خلاف ایک تحریک ستیہ گرہ کا آغاز کیا جس نے سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ انگریز حکومت اس پر بوکھلا اُٹھی اس واقعہ نے سارے ملک میں آگ لگا دی اور حکومت کے خلاف نہایت ہی نفرت اور غم و غصہ کا اظہار کیا گیا حکومت نے تمام سیاسی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا۔ علی برادران ساڑھے چار سال کی نظر بندی و قید سے آزاد ہوئے۔ گاندھی کی تحریک آخر کار تشدد کے بھرپور مظاہرے کے بعد ناکام ہو گئی۔ خلافت کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ محمد علی جوہرؒ رہائی پاتے ہی سیدھے خلافت کانفرنس میں پہنچے۔ اس وقت کسی ایسے نڈر قائد کی ضرورت تھی جو انگریزی حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کر سکے۔ جوہر آگے تھے وفد خلافت انگلستان گیا لیکن آپ کی انتھک محنت اور کوشش کے

باوجود کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا اور آپ ناکام وطن واپس آئے۔

اس لئے کہ حکومت برطانیہ کو علم تھا کہ اس وقت اسلامی ملک اور حکومتیں کمزور ہیں اور برطانیہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ کمزور کو آنکھیں دکھاتا ہے۔ طوطا چشمی کرتا ہے اور طاقتور کے جوتے سیدھے کرتا ہے۔ تحریک خلافت نے کئی سال تک برصغیر کے پورے نظم و نسق کو درہم برہم کئے رکھا۔ کیونکہ وفد کی ناکامی سے مسلمانوں میں اور اشتعال پیدا ہوگیا۔ اور یہی صورت ہوگئی تھی کہ اب حکومت سے کسی معاملے میں تعاون نہ کریں اور ترک موالات کریں۔ چنانچہ شیخ الہند رحؒ نے ترک موالات کا مدلل اور مفصل فتویٰ دیا پورے ہندوستان کے اسکول اور کالج بھی انگریزوں کے سوشل بائیکاٹ میں شریک تھے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحؒ کو گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کے فتوے نے پورے ہندوستان میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء سے خالق دینا ہال کراچی میں حضرت مدنی رحؒ اور دیگر زعماء کرام کے مقدمے کی سماعت شروع ہوئی۔ اور حضرت مدنی رحؒ نے عدالت کے روبرو وہ تاریخ بیان دیا جسے سن کر مسلمانوں کے اندر ایمان کی حرارت محسوس ہوتی ہے اور دیکھنے والے انگشت بدنداں ہیں کہ یہ فرزند اسلام اپنی زندگی اور موت سے بے خبر کیا کہہ رہا ہے۔ آپ اس بیان میں مولانا محمد علی جوہر رحؒ کے بیان کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”اگر گورنمنٹ کا منشا مذہب کی آزادی سلب کرنا ہے تو صاف اعلان کرے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کریں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا۔ اسی طرح ۲۲ کروڑ ہندو بھی سوچ لیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔ کیونکہ جب مذہبی آزادی چھینی جائے گی تو سب کی چھینی جائے گی اگر لارڈ ریڈنگ اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ قرآن کریم کو جلا دیں۔ احادیث کو مٹا دیں اور کتب فقہ کو برباد کریں تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔“

مولانا محمد علی جوہر رحؒ بھی اس مقدمہ میں ماخوذ تھے اور آپ اس وقت کمرہ عدالت میں موجود تھے۔ مولانا جوہر رحؒ نے جب اس مقدمہ میں حضرت مدنی رحؒ کی بے مثالہ جرأت دیکھی تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور فرط محبت میں اپنی جگہ سے اٹھ کر جا کر حضرت مدنی رحؒ کے پاؤں چوم لئے۔ (بیس بڑے مسلمان ص۴۸۰)

بگیر راہ حسین احمد از خدا خواہی
کہ نائب است نبی را وہم زآل نبی است

مولانا محمد علی جوہر رحؒ حضرت شیخ مدنی رحؒ کا بڑا احترام کرتے تھے آپ کے دل میں حضرت شیخ الہند کی کتنی قدر تھی اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ایک روز حسب عادت مولانا جوہر رحؒ نے اپنے دوست و احباب کو دوپہر کی دعوت میں اکٹھا کئے ہوئے تھا جن میں آپ کے بڑے مخلص اور بے تکلف دوست جمع تھے۔ تصویر کشی اور فوٹو گرافی کے مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی آپ حنفی ہونے کے باوجود حق اجتہاد اپنے لئے اور ہر مسلمان کے لئے بھی محفوظ رکھتے تھے۔

عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں کہ میں نے پھر یہی مسئلہ چھیڑا۔ میں نے عرض کیا کہ ”اچھا جائز ناجائز کی بحث چھوڑیئے حلال حرام کو جانے دیجئے۔ اس پہلو کو لیجئے کہ جن لوگوں کی آپ دل سے عزت و حرمت کرتے ہیں انہیں آپ کے اس عمل سے تکلیف اور ناگواری ہوتی ہے۔ پس اُن کی رفع اذیت ہی کے خیال سے اسے ترک کر دیجئے۔“ بولے ”اتنی خاطر تو بس مجھے ان مولانا حسین احمد مدنی رحؒ کی عزیز ہے۔“ میں نے عرض کیا کہ ”اچھا مولانا ہی کی خاطر سے۔“ فرمایا ”ہاں منظور لیکن وہ بھی اپنی زبان سے یہی کہہ دیں فقہی دلائل وغیرہ نہ پیش کریں وہ مجھے معلوم ہیں میں جوابات دینا شروع کردوں گا۔ بس صرف اتنا کہہ دیں کہ میری خاطر سے انہیں اتار دو۔“

مولانا کو اس کار خیر یا کلمہ خیر میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ زبان سے وہی فقرہ فرما دیا۔ اور بیسیوں تصویریں صدہا نہیں شاید ہزار ہا کی مجموعی قیمت کی۔ کیسی کیسی نفیس اور شاندار اُسی آن کمرے کی دیواروں سے اُتر گئیں۔

نہ پوچھئے کہ کس دل سے محمد علی نے اُن کے اتارنے کا حکم دیا اور اس میں کتنا شدید مجاہدہ اُن کے نفس کو کرنا پڑا۔ لیکن بہر حال تھے قول کے پکے، زبان دے چکے تھے جو کہا تھا پورا کر دکھایا۔

(حصہ اول محمد علی ذاتی ڈائری کے چند اوراق از عبدالماجد دریابادی ص ۳۴۸، ۳۴۷)

مولانا محمد علی جوہر رحؒ کو حضرت مدنی رحؒ سے کیسی محبت تھی ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے ——

ترک موالات کی تحریک زوروں پر تھی اور سارے ہندوستان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا اور سارا ہندوستان یک زبان ہو کر یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

بولی اماں محمد علی کی
بیٹا جان خلافت پہ دے دو

مقدمہ کراچی میں جوہر رحؒ نے اقبال جرم کیا اور آپ آزادی کے مطالبہ پر ڈٹے رہے جوہر رحؒ کی عدم موجودگی میں گاندھی نے تحریک ختم کر دی اور کمال اتاترک نے خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ مولانا جب جیل سے رہا ہوئے تو ملک کی حالت بدل چکی تھی ترک موالات اور عدم تعاون کا جو پروگرام آپ چھوڑ گئے تھے وہ انگریزوں کی پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کی نذر ہو چکا تھا۔ اسی دور میں شریف حسین نے پہلی جنگ عظیم میں ترکوں، اسلام اور قبضہ اسلام سے غداری کی، اس کی غداری سے عالم عرب ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

بچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ
خاک و خون میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

ان حالات کو دیکھ کر عبدالعزیز ابن سعود نے شریف حسین کے خلاف علم بغاوت اُٹھایا انگریز شریف حسین کے ساتھ تھے لیکن اس کے باوجود ابن سعود کامیاب ہوا۔ علامہ اقبال اور دیگر حضرات کی طرح مولانا جوہر نے بھی ابن سعود کی حمایت کی۔ بعض بدعت پسند اور ان کے پروپیگنڈے میں آجانے والے بعض حضرات ان کے خلاف ہو گئے لیکن تمام مخالفت کے باوجود آپ اپنے موقف میں کسی قسم کی لچک لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور اپنی دھن میں مست تھے ان کا اپنا شعر ان کی ترجمانی کرتا ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

مولانا جوہر ہندو مسلم اتحاد چاہتے تھے تاکہ انگریز حکمرانوں کو ملک سے باہر کیا جائے لیکن کانگریس میں تبدیلی آگئی اور پہلے والی کانگریس نہ رہی جو سب مسلمانوں کو بھی شامل کرنے پر آمادہ ہو۔ اب کانگریس ہندو مہاسبھائی گروہ کے زیر اثر آرہی تھی۔ مولانا محمد علی جوہر رحؒ مسلمانوں کے مفادات کو قربان کر کے اتحاد کو کبھی پسند نہ کرتے تھے۔ وہ مسلم لیگ میں بھی شامل تھے۔ کانگریس میں بھی اور جمعیت علماء ہند میں بھی خلافت کمیٹی ان کا اصل پلیٹ فارم تھا جب ضرورت ہوئی آل انڈیا مسلم کانفرنس کے زیر اہتمام تمام مسلمانوں کو جمع کر لیتے تھے۔ لیکن مسائل کی کثرت اور دن رات کی مسلسل کوشش و محنت نے مولانا کو بہت کمزور کر دیا۔ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا بالآخر دوست و احباب کے مجبور کرنے پر یورپ کا ارادہ کیا۔ نہرو کمیٹی کی رپورٹ آئی تو آپ لندن میں زیر علاج تھے فوراً واپس لوٹے اس نازک دور میں وہ علاج کی عیاشی کا تصور نہیں کر سکتے تھے آپ نے وطن واپس آکر نہرو رپورٹ سے کھل کر اختلاف کیا۔ ۱۹۲۸ء میں کلکتہ کے اندر کانگریس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے مشترکہ اجلاس کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند نے متفقہ طور پر مولانا جوہر کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا جہاں مولانا نے ہندوستان کے درجہ نوآبادیات کی مخالفت کی اور مکمل آزادی کی حمایت۔ ۱۹۳۰ء میں لندن میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے زعماء شریک ہوئے جس میں مولانا محمد علی جوہر رحؒ بھی شامل تھے۔ مولانا ان دنوں بہت علیل تھے اور نہایت کمزور تھے لیکن آپ نے ملک و قوم کی خاطر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔ مولانا کانفرنس میں اعلان کرتے ہیں ”آج جس ایک مقصد کے لئے میں یہاں آیا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے ملک کو اسی حالت میں واپس جاؤں جبکہ آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں ہو میں ایک غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا میں ایک غیر ملک میں جب تک وہ آزاد ہے مرنے کو ترجیح دوں گا اور اگر آپ مجھے ہندوستان کی آزادی نہیں دیں گے تو پھر آپ کو یہاں مجھے قبر کے لئے جگہ دینی پڑے گی۔

اس تقریر کے بعد آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور تندرست ہونے کا کوئی امکان نہ رہا تاہم آپ کام کرتے رہے۔ ہندو مسلم تعلقات کے متعلق ایک مفصل سکیم ترتیب دیتے رہے جو وزیر اعظم کو پیش کرنا تھی یہ مسودہ تیار ہو گیا تو آپ بے ہوش گئے۔ اور ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو ملک کی آزادی اور ملت اسلامیہ کے لئے ساری دنیا سے لڑنے والے مجاہد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کی یہ برگزیدہ ہستی ہندوستان واپس آنے کی بجائے بیت المقدس کے صحن میں دفن ہوئی جہاں ان کی تربت کو ”مجاہد ہندی“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور علامہ اقبال مرحوم نے ان کی وفات پر اور اُن کے بیت المقدس میں دفن ہونے

اتحادِ ملت کیلئے چار نکاتی فارمولا

مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی ساہیوال سرگودھا

اتحادِ ملت کا یہ فارمولا اگر کسی وقتی اور ہنگامی مقصد کے پیشِ نظر مرتب کیا گیا ہے تو پہلے اس مقصد کو واضح طور پر سامنے لانا ضروری ہے۔ اور اگر اس سے دائمی اتحاد و یگانگت کی فضا قائم کرنا مطلوب ہے تو پھر تفرقہ اور اختلافات کے اسباب اور وجوہات کی تعیین و تشخیص اور اسباب اختلافات کے ازالہ کے بعد خلوصِ دل کے ساتھ کسی قابلِ عمل فارمولے پر اتفاق اور عمل کئے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور و فکر فرمایا جائے۔

جہاں تک دعوتِ اتحاد اور تمام مسلمانوں کے متحد و متفق ہونے کا معاملہ ہے اس کی ضرورت اور اہمیت کسی مسلمان پر مخفی نہیں۔ اور اور یہ بات بھی کسی اہلِ نظر و فکر سے پوشیدہ نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک میں مسلمان قوم جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہے اس کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے اس لئے اتحادِ ملت کے کسی متفقہ فارمولے پر غور و فکر، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

زیرِ نظر فارمولا کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اتحادِ ملت کا وسیع مقصد اس فارمولے کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں صرف مذہبی فرقوں اور وہ بھی دیوبندی، اہلِ حدیث اور بریلوی۔ صرف تین فرقوں کے اتحاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حالانکہ ان فرقوں کے باہمی اختلافات سے زیادہ ملک کے امن و امان اور سکون کے برباد کرنے کا ذریعہ وہ اختلاف ہے جو اہلِ تشیع کی طرف سے کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے ملک میں ہر طرف فسادات و تنازعات رونما ہو کر ملکی سطح پر امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے۔ مگر اس فارمولے میں ان فسادات اور اختلافات کے حل کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی۔ اس لئے یہ فارمولا صرف مذہبی فرقوں کے اتحاد کی حد تک بھی کوئی جامع نظامِ عمل پیش نہیں کرتا۔ دوسری طرف جب یہ دیکھا جائے کہ سیاسی جماعتوں اور پارٹیوں کے اختلافات اور تصادم سے اتحادِ ملت کو جس قدر نقصان ہو رہا ہے اور اس سیاسی افراتفری اور تفرقہ بازی سے جو ملک کی فضا مکدّر ہوتی جا رہی ہے سیاسی اقتدار کے لئے کشمکش، عہدوں اور منصبوں کی خاطر باہمی تصادم و افتراق نے جو صورت اختیار کر لی ہے وہ ہر شخص کے سامنے ہے اور انہی سیاسی رجحانات اور اختلافات کا ثمرہ تلخ پاکستان کے دو نیم ہو جانے کی صورت میں تمام قوم مسلم کو چکھنا پڑا۔ لیکن علاج صرف ایسے اختلافات کو مٹانے کے لئے سوچا جا رہا ہے جو دین و مذہب کے نام پر سامنے آئے ہیں گویا ملک و ملت کے اختلافات سے ملک کے اندر تفرقہ اور انتشار کی کوئی فضا پیدا نہیں ہوتی۔ حالانکہ ملک و ملت کے اتحاد کو سب سے زیادہ اس سیاسی تفرقہ بازی نے ہی نقصان پہنچایا ہے اور مذہبی فرقوں کا اختلاف اپنی حدود پر رہتے ہوئے کسی کے لئے بھی باعثِ نقصان نہیں ہوتا اور کبھی پہلے بھی ایسا اختلاف ملت کے اتحاد کے لئے

باعثِ نقصان نہیں ہوا۔

نکتہ ۱: یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خیر القرون میں بھی نظری اور اجتہادی مسائل میں آراء و انظار کا اختلاف ظاہر ہوا۔ اور اس اختلاف کی بناء پر حنفی، شافعی وغیرہ مختلف فقہی مسالک عمل وجود میں آئے۔ اسی طرح خلفائے راشدینؓ، عام صحابہ کرامؓ، ان کے بعد تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے مقدس گروہ میں بھی قرآن و سنت کے مجملات اور مبہمات کی تشریح و تفسیر میں اختلافات پیش آتے رہے۔ کیونکہ قرآن و سنت کے مسائل منصوصہ کے علاوہ کچھ ایسے مسائل بھی پیش آئے جو قرآن و سنت میں صراحۃً مذکور نہیں یا ان کا ذکر ایسے اجمال کے ساتھ ہے جس کی تشریح اور تفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی غیر منصوص یا مبہم مسائل میں صحابہ کرامؓ یا ان کے بعد تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے درمیان آراء اور نظریات کا اختلاف واقع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ ان اختلافات کی بناء پر نہ تو ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدال یا سب و شتم کی نوبت آتی تھی۔ اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو کافر یا فاسق ہی کہتے تھے۔

ہمارے بعض روشن خیال مصلحین نے جو اتحادِ ملت کے لئے یہ علاج تجویز کرنا چاہا ہے کہ فرقہ وارانہ اختلافات کو مٹا کر سب کا ایک نیا مشترکہ مذہب بنا لیا جائے، شرعی مسائل میں یہ بات نہ عقلاً صحیح ہے نہ عملاً، چونکہ سلف صالحینؒ اور ائمہ کا یہ اختلاف قرآن و سنت کے اشارات اور مسلمہ اصولِ اجتہاد کے مطابق تھا، آج کل کا سا اجتہاد نہ تھا کہ اصولِ اجتہاد سے واقفیت تو درکنار عربی زبان میں بھی مہارت نہ ہونے کے باوجود اردو، انگریزی ترجموں کے سہارے قرآن و حدیث پر اجتہاد کی مشق شروع کر دی جاتی ہے اور خود کو اجتہاد اور قرآن و سنت سے مسائل کے استنباط کا اہل سمجھ لیا جاتا ہے ایسا اجتہاد خود ایک گناہ عظیم ہے اور اس سے پیدا ہونے والی رائے دوسرا گناہ اور خلاف و شقاق کا موجب ہے۔

امام حدیث علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ "جس مسئلہ میں صحابہؓ و تابعینؒ کا اختلاف ہو گیا وہ اختلاف قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس اختلاف کو مٹانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کو قطعی طور پر حق پر اور دوسرے کو یقیناً باطل پر قرار دیا جائے۔ اور یہ ممکن نہیں"
(وحدتِ امت از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

غرضیکہ قرنِ اول کا اختلاف نہ تو مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ وحدتِ امت کے خلاف ہے البتہ ایسے اختلافات کو اپنے اصول و حدود کے اندر محدود رہنا چاہئے اور ان کو جنگ و جدال کا ذریعہ نہیں بننے دینا چاہئے۔

نہ معلوم فلسفی شاعر نے اپنے اس کلام سے کہ

؎ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون سی فرقہ بندی مراد لی ہے؟ اور

ع۔ "کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک"

سے مسلمانوں کے کس اتحاد کی خواہش ظاہر کی ہے؟ بظاہر فلسفی شاعر کی مراد وہی فرقہ بندی ہے جو اسلام کی نظر میں مذموم اور مضر ہے۔

آیتِ قرآنی واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا سے امت کا اجماعی فریضہ اعتصام بحبل اللہ اور تمسک بکتاب اللہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ اور مجتہدین عظامؒ کے زمانے کے اندر مسائل کے استنباط میں اختلاف اور حنفی، شافعی وغیرہ فرقوں کا تمسک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صحیح اصول و شرائطِ اجتہاد کے موافق تھا اس طرح کا اختلاف اتحادِ ملت کے لئے نہ کبھی مضر ہوا نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اس پر خلافتِ راشدہ کے دور کی فتوحاتِ اسلامیہ اور غیروں

پر اسلامی رعب و جلال کو بطور گواہ کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

البتہ ایسے اجتہادی مسائل میں اختلاف کی حدود کو توڑ کر تفرق و تشتت اور جنگ و جدال اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کے ساتھ پیش آنا، باہمی منافرت، فسادات اور جھگڑوں کا سبب بنتا ہے۔ اس تجاوز عن الحدود کا نام تفرق ہے۔ جس کی ممانعت اعتصام بحبل اللہ کے حکم کے بعد "ولا تفرقوا" میں کی گئی ہے اور اس کو مذموم فرقہ بندی میں شمار کیا گیا ہے۔

نکتہ نمبر ۲: مذہب کے نام پر ایک اختلاف وہ بھی ہے جو بدعت و سنت کے عنوان سے پیدا ہوا اور کچھ لوگوں نے قرآن و سنت کی تعبیر میں صحیح اصول کو چھوڑ کر اپنی ذاتی رائے سے نئے نئے مسائل پیدا کر دئے۔ اس قسم کے اختلافات بلاشبہ وہ تفرق و افتراق ہیں جن سے قرآن و سنت میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے۔ ایسے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش بلاشبہ ایک مستحسن اقدام ہو گا۔ مگر اس کے لئے خلوصِ دل کے ساتھ کسی متفقہ اتحادی فارمولا کے مرتب کرنے کے بعد اس پر سختی کے ساتھ عملاً پابندی کی بھی ضرورت ہو گی۔ بغیر عملدرآمد کے کسی بھی فارمولا کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونا ممکن نہیں خواہ وہ کتنے ہی مفید اور عمدہ نکات و اصول پر مشتمل ہو اور کیسے ہی خلوص دل سے اس کو مرتب کیا گیا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسا اجتہادی اختلاف جو کتاب و سنت کے اشارات اور اصولِ اجتہاد کے تحت صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ میں رہا ہے وہ اختلاف نہ تو مذموم ہے اور نہ ہی اتحادِ ملت کے لئے مضر ہے بلکہ ایسا اختلاف الدین یسرٌ کی تعبیر و تفسیر اور باعث رحمت ہے۔ اس لئے اس کو مٹانے کی سعی لاحاصل اور غیر مفید ہے۔ البتہ اس میں غلو کرنا اور حدودِ اختلاف سے گزر کر فساد و نزاع کا سبب بنا لینا مذموم اور مضر ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے اختلافات میں اس طرح کی سعی اور کوشش مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ جس سے اختلاف اپنی حدود کے اندر محدود رہے اور اس میں غلو اور حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ اور ایسے اختلافات جو اصول صحیحہ اور سلف صالحینؒ کے اسوہ کو نظر انداز کر کے زمانہ خیر القرون کے بعد براہ راست قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کر کے پیدا کر دئے گئے ہیں یہ مذموم بھی ہیں اور مضر بھی، ان کو ختم کرنے یا کم کرنے کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جائے گا وہ مستحسن اور خیر مقدم کا مستحق ہو گا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی کا اتحادِ ملت کے لئے چار نکاتی فارمولا اگرچہ ہمہ گیر اور وسیع مقاصد حاصل کرنے کے لئے ناکافی ہے پورے عالم اسلام کے لئے تو کیا پاکستان کی تمام سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے لئے بھی اس فارمولے میں کوئی تجویز نظر نہیں آتی۔ حالانکہ ملکی سطح پر اتحاد ملت کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ملک کی تمام جماعتوں کے لئے اتحاد کی کوئی تجویز اس میں رکھی جاتی۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک ملکی سطح پر تمام جماعتوں کا اتفاق نہ ہو اس وقت تک اتحادِ ملت کے مفادات کا کماحقہٗ حصول ناممکن ہے۔ اس فارمولے میں صرف چند مذہبی جماعتوں بلکہ اس سے بھی نیچے اتر کر صرف دیوبندی، بریلوی جماعتوں کے اختلافات کو ملحوظ رکھا گیا ہے گو یہ بھی ایک مستحسن اقدام ہے اور اگر کسی متفقہ لائحہ عمل کے تیار کرتے وقت اس فارمولے کو معمولی ترمیمات کے بعد پیشِ نظر رکھا جائے تو ان دونوں جماعتوں کے باہمی نزاعات اور فسادات کا کافی حد تک مداوا متوقع ہو سکتا ہے۔ اس طرح اس فارمولا سے اتحادِ ملت کا مقصد جزوی طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مگر کُلی طور پر اتحادِ

ملت کا عظیم مقصد اس طرح کے جزوی اتحاد کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

ہماری رائے میں اس فارمولے کی افادیت اور تکمیل کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو دعوتِ اتحاد دی جائے اور تمام جماعتوں کے اختلافات اور نزاعات کے حل کی تجویز اس فارمولا میں پیش کی جائے۔ ایسی دعوت و تجویز کے بغیر یہ فارمولا ناقص اور غیر مکمل ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ وغیرہ جن حضراتِ اکابرؒ، علمائے محدثینؒ عظام اور مشائخ کرام کے اسمائے گرامی کی تصریح نکتہ نمبر ۱ اور نکتہ نمبر ۲ میں کی گئی ہے اور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں اپنے متنازعہ فیہ امور کو حل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اس تجویز میں ایک فقرہ "فقہ حنفی کے راجح اصول و مسائل" کا اضافہ کر کے اس کو اس طرح بنا دیا جائے کہ "ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات اور فقہ حنفی کے راجح اصول و مسائل کی روشنی میں حل کریں"۔

یہ اضافہ اس لئے بھی ضروری اور واجب القبول ہے کہ اس فارمولا میں تسلیم کیا گیا ہے — کہ "دیوبندی اور بریلوی امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے غیر مشروط مقلد ہیں"۔

جب یہ دونوں جماعتیں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی غیر مشروط مقلد اور حنفی ہیں تو ان کے اختلافات کا فیصلہ فقہ حنفی کے راجح اصول و مسائل کی روشنی میں ہی ہونا چاہئے اور تمام حنفی چونکہ اہلسنت والجماعت ہیں اس لئے کوئی حنفی ایک دوسرے کو اہلسنت سے خارج نہ کہے، صرف دیوبندی، بریلوی کہلانے سے اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں ہوتے بشرطیکہ اہلسنت والجماعت کے اصول سے اختلاف نہ کرتے ہوں جیسا کہ حنفی، شافعی وغیرہ کہلانے کے باوجود سب اہلسنت والجماعت ہیں اور حنفی، شافعی وغیرہ سب اہلسنت کی ہی شاخیں ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ دیوبندی، بریلوی ناموں سے برصغیر کے اہلسنت میں فرقہ وارانہ اختلاف کی بنیاد مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے کفر ساز فتویٰ "حسام الحرمین" وغیرہ سے رکھی گئی۔ جس کی عمر ستر اسّی سال سے زیادہ نہیں ہے ورنہ اس سے پہلے ایک طرف کے مسلمان اہلسنت والجماعت اور دوسری طرف کے اہل بدعت کہلاتے تھے۔

نکتہ نمبر ۳: اس نکتے میں المہند کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کہا گیا ہے۔

المہند اکابر علماء دیوبندؒ کے عقائد و نظریات کی تصدیق شدہ مسلکی دستاویز ہے اور دیوبندی فکر کے عقائد و نظریات کے دیکھنے اور جانچنے کے لئے بمنزلہ آئینہ اور کسوٹی کے ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے "حسام الحرمین" وغیرہ میں تکفیری فتوے کے جواب میں تقریباً اسّی سال پہلے ۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی تھی اور بار بار اس کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ کئی سال ہوتے اس کا خلاصہ اور تشریح بنام عقائد اہلسنت والجماعت مع تصدیقات موجودہ اکابر علمائے دیوبند مثلاً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ وغیرہ کے بھی شائع ہو چکا ہے — المہند باوجودیکہ بحیثیت جماعتی مسلکِ دیوبند کے طور پر عرصہ دراز سے شائع اور نافذ العمل ہے لیکن پھر بھی اکابر علماء دیوبند پر طعن و تشنیع بلکہ تفسیق و تکفیر تک سے بھی اجتناب نہیں کیا جا رہا۔ اور پبلک پلیٹ فارم پر یہ عمل منافرت بین المسلمین کا بدستور جاری ہے۔

نکتہ نمبر ۴: اس نکتے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی مسلمان سید الانبیاء، صلی اللہ علیہ وسلم پر

کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو اسے پڑھنے دیں اور یہ کہ تمام مسلمان نماز میں السلام علیک ایہا النبی پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں تو نماز کے بعد میں اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔

نکتہ ۱ اور نکتہ ۲ میں اختلافی مسائل کے لئے ایک معیار بتلایا گیا ہے اس اختلافی مسئلے کو بھی اسی معیار پر پرکھا اور جانچا جانا چاہیئے اور فقہ حنفی کے راجح اصول کی روشنی میں اس کا حل اور اس پر عملدرآمد کرنا چاہیئے۔ اس معیار پر جانچنے کے بغیر کوئی رائے قائم کر لینا تجویز شدہ معیاری اصول کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہوگا "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کے محاورے کو اپنانے سے اگر کسی متفقہ حل کی تلاش سے مایوسی کا اظہار مقصود ہے اور ہر شخص کو اپنے عمل میں آزادی دلانا مطلوب ہے تو پھر دوسری طرف سے بھی یہ کہنے کا حق تسلیم کیا جانا چاہیئے کہ "تمام مسلمان نماز میں "السلام علیک ایہا النبی پڑھ کر سلام بھیجنے میں صحابہ کرام رض اور سلف صالحین رح کے اسوہ کی اتباع کرتے ہیں مگر نماز کے بعد باختیار خود کھڑے ہو کر یا بغیر کھڑے ہوئے اجتماعی طور پر التزاماً صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں صحابہ رض اور سلف صالحین رح کی اتباع کی مخالفت ہے۔ البتہ بے اختیاری اور جذب و کیف کی حالت مستثنیٰ ہے۔ اس پر نکیر نہیں مگر دوسرے کے لئے اس کی اجازت بھی نہیں۔ جس کی یہ حالت نہ ہو"۔

اس نکتے میں یہ اصول کہ "جن لوگوں نے مسجد تعمیر کی ہو انہیں کے مسلک کی انتظامیہ ہو"۔ یہ اصول منصفانہ اور قابل عمل ہے لیکن امامت و خطابت وغیرہ فرائض انجام دینے کے لئے انتخاب میں نمازیوں کی اکثریت کے مسلک کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، مسجد کے ماحول کو پرامن رکھنے کے لئے نمازیوں اور امام کے مسلک میں اتحاد سب سے زیادہ اہم اور مقدم ہے اور شرعی حیثیت سے بھی یہ ایک ضروری شرط ہے۔

اس نکتے میں یہ اصول بھی منصفانہ ہے کہ "اگر کسی کتاب میں قابل اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کی مراد معین کرنے کا حق مصنف کو ہو جس کی وہ عبارت ہے اور اگر وہ عبارت عام لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتی ہو تو اس کی ایسی وضاحت ساتھ کر دی جائے کہ غلط فہمی کا شکار نہ رہے"۔ ص۴

اس کے بعد علماء کے بورڈ یا شرعی عدالت میں فیصلہ کرانے کی تجویز غیر ضروری ہے بلکہ غیر منصفانہ ہے اس لئے کہ مراد و مفہوم کے متعین کرنے کا حق مصنف کو دیا گیا ہے اب اس کی جگہ علماء کے بورڈ یا شرعی عدالت کو یہ حق دینا حقِ مصنف میں ناحق کی مداخلت ہے اگر کسی وجہ سے مصنف کی طرف سے مراد متعین نہ ہو سکتی ہو تو اول تو اس کی دوسری عبارات وغیرہ کی روشنی میں اس کا مفہوم اور مراد متعین کی جائے یا پھر اس کے مسلک کے معتمد علیہ علماء کے بورڈ سے مراد متعین کرائی جائے۔ اس سے اختلاف کرنے کا حق دینا اور دوسری مراد متعین کرنا توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل کے مترادف ہوگا۔ جو عقلاً و شرعاً درست نہیں۔

اگر ان جزوی ترمیمات کے بعد اس اتحاد ملت کے چار نکاتی فارمولے پر عملی اقدام کیا جائے اور طعن و تشنیع اور تفسیق و تکفیر سے کلی اجتناب کیا جائے تو اس سے اتحادِ ملّت کا مقصد جزوی طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔ فقط۔

مولانا محمد عبدالشکور سے حرف بحرف بالکل اتفاق ہے۔

احقر حامد احمد تھانوی

جامعہ اشرفیہ لاہور ۲۳ ربیع الثانی

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔ (مدیر)

سیرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولانا عبدالعزیز نقشبندی

جیسے معمر، صاحب درس اور باذوق عالم دین کے قلم سے حضور نبی مکرم علیہ السلام کی سیرت مطہرہ پر ۵۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ مولانا کی محنت کی آئینہ دار ہے۔ موصوف نے قرآن و حدیث اور سیرت کے قدیم ذخیرہ سے حالات کا تفحص کر کے بڑی خوش اسلوبی سے یہ مجالہ نافعہ مرتب کیا اور ثنا خوانِ محمد علیہ السلام میں اپنا نام لکھوا کر سعادت ابدی حاصل کر لی۔ واعظین اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے یہ کتاب بطور خاص لائق مطالعہ ہے اور انہیں اس میں سے خاص مواد فراہم ہو سکے گا۔ موصوف نے اپنے جذبات عقیدت کا جا بجا اشعار میں بھی اظہار کیا ہے۔ جس کی فنی حیثیت پر تو اساتذۂ فن فیصلہ دیں گے لیکن ایک مخلص امتی کے طور پر جذبات کی فراوانی ہر کسی کو نظر آ جائے گی۔ کراچی کے بعض ذمہ دار علماء نے اپنی بہتر اور اچھی رائے کا اظہار کیا ہے جو بہر طور کتاب کے لئے ایک سند ہے۔

۲۵/- روپے میں مؤلف کے پتہ جامع مسجد گلبائی ماری پور روڈ کراچی ۲۸ سے کتاب دستیاب ہے۔ امید ہے اس کی قدر کی جائے گی۔ اور اپنے آقا و مولا کے حالات سے قلب و نظر کی بالیدگی کا سامان فراہم کیا جائے گا۔

خزینۂ معرفت

لاہور سے متصل ایک بستی شرقپور ہے۔ اس بستی میں ایک صاحب دل اور متبع سنّت شیخ طریقت گذرے ہیں نام تھا میاں شیر محمد (قدس سرہٗ) سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت تھی۔ حضرات نقشبندیہ مکان شریف آپ کے روحانی اجداد میں سے تھے اس خاندان عالی وقار کے ایک بزرگ مولانا سید محمد محفوظ حسین (سجادہ نشین چہارم) دیوبند کے فضلاء میں سے ہیں اور فیصل آباد کے ایک قصبہ بھکیر میں سکونت پذیر ہیں — تمام سلاسل طریقت میں اتباع سنت کا جذبہ خوب خوب موجود ہے لیکن حضرات نقشبندیہ میں یہ بات کچھ زیادہ ہی ہے اور اس کا سبب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں جو دوسرے ہزارہ کے مجدد اور سلطنت مغلیہ کی بے راہروی کا رُخ موڑنے والے ایک عظیم انقلابی بزرگ تھے۔ حضرت الامام مجدد قدس سرہٗ کے خلفاء در خلفاء میں اتباع سنت کا جذبہ بحمداللہ وافر مقدار میں موجود تھا اور ہے اور یہ حضرات "یار کی مرضی" کے بغیر قدم اٹھنا درست نہ سمجھتے ——— مرور زمانہ سے حالات ڈھیلے پڑ گئے لیکن اب بھی کئی ایک جگہ یہ خوبی پوری طرح نظر آ جائے گی۔

حضرات مکان شریف اور حضرت خواجہ امیرالدین کوٹلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ) سبھی اس خوبی میں ممتاز تھے اور خود میاں صاحب علیہ الرحمہ بھی اتباع سنت کا جیتا جاگتا نمونہ تھے جس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے

کہ انہوں نے ابتدائی کچھ عرصہ کے بعد اپنی مسجد میں نعت خوانی بند کرا دی۔ اور فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام کی تعریف لفظوں میں نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ تمہارا ہر قول و عمل ان جیسا ہو جائے ___ یہی جذبہ لازوال تھا جس کے سبب وہ بریلی گئے لیکن تفسیر کی کتابیں کھول کر حقہ نوشی میں مصروف مولانا احمد رضا سے ملے بغیر واپس آگئے اور حضرات علماء اہلسنت (دیوبندی حنفی) سے ان کے خوب تعلقات رہے جس کا سبب ان حضرات اور میاں صاحب کا یہی مشترک جذبہ تھا۔ بالخصوص حضرت شیخ الہند، علامہ سید انور شاہ اور مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے تو بہت یاد اللہ تھی اور حضرت شاہ صاحب کے شرق پور آنے کے بعد انہوں نے وہ تاریخی جملہ فرمایا کہ "دیوبند میں چار نوری وجود ہیں" ___ آپ کے مرید باصفا اور یار غار صوفی محمد ابراہیم قصوری قدس سرہ نے آپ کی سوانح و کمالات بعنوان "خزینہ معرفت" مرتب کی جو قصور ہی سے ۱۳۵۰ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ اس کتاب کا دیباچہ ضلع سرگودھا کے صاحب نسبت بزرگ خواجہ محمد عمر بیربلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ حضرت میاں صاحب) نے لکھا اور اپنی روایتی سادگی و پرکاری سے ایسا غضب کا کہ سبحان اللہ!

بدقسمتی یہ ہوئی کہ میاں صاحب جیسے متبع سنت اور مستغنی بزرگ کے بعد وہاں ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ اخلاف اسلاف کی وراثت سنبھال نہ سکے۔ حتیٰ کہ انہوں نے میاں صاحب قدس سرہٗ کے تذکرہ میں کانٹ چھانٹ شروع کردی اور نہ صرف وہ عبارت نکال دی جو حضرات علماء اہلسنت (دیوبندی حنفی) سے متعلق تھی بلکہ بعض ایسی عبارتیں بھی نکال دیں جن سے بعض ہوس پرستوں کا کردار الم نشرح ہوتا تھا ___ اسی لئے ایک عرصہ سے ضرورت تھی کہ اس کتاب کا صحیح ترین نسخہ سامنے آئے۔ یہ سعادت انجمن ارشاد المسلمین کے حصہ میں آئی اس نے ۱۳۵۰ھ کے مطبوعہ نسخے کا نہ صرف عکس لے کر اسے شائع کر دیا۔ بلکہ ابتدا میں تین چیزوں کا اضافہ کردیا، ایک چیز تو صوفی محمد ابراہیم صاحب مرحوم کے نبیرہ جناب محمد اسحٰق صاحب قصوری کی تحریر ہے جس میں انہوں نے اس کتاب کی اپنے دادا مرحوم کی طرف نسبت کی تصدیق کی اور ساتھ ہی میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سے اپنے احتجاج کا ذکر، جنہوں نے خزینہ معرفت کو دوبارہ چھپوایا تو بعض روایات نکال دیں ___ دوسرے ایک مختصر تحریر میاں صاحب مرحوم کے مرید باختصاص ملک حسن علی صاحب کی ہے جس میں حضرات علماء اہلسنت اور میاں صاحب کے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرے آئینہ حقیقت کے عنوان سے ۴۰ صفحات کی پُرمغز تحریر ہے جس کو محترم ابوالحسن مجددی صاحب نے لکھا ہے اس میں میاں صاحب کے پورے سلسلہ عالیہ کا تعارف اور سلسلہ کے جد اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تعلیمات دَر بارہ بدعات کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ یہ تحریر بڑی جامع اور فاضلانہ ہے اور حضرات نقشبندیہ کے لئے سُرمۂ بصیرت کی مانند ہے۔

اصل کتاب ۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ایڈیشن اول کا عکس جو مرتب کے جیتے جی شائع ہوا۔ کمال درجہ نفاست اور ڈائی دار جلد کے ساتھ محض -/۳۹ روپے میں مکتبہ مدنیہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور سے یہ کتاب حاصل کرلیں۔

انجمن کا ہمیں ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے اتنی محنت سے یہ نایاب تحفہ فراہم کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

جامع مسجد شیرانوالہ میں
۱۷ر فروری بروز جمعرات
آیت کریمہ کو پڑھی جائیگی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | ٹیلیفون نمبر ۶۴۹۸۴

آپکی لائبریری کیلئے چند اہم کتابیں

شریعت و تصوف

فنِ تصوف کی مکمل و مدلل کتاب جو پاکستان میں پہلی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آچکی ہے

تالیفِ لطیف حضرت مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب دامت فیوضکم —— خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ان کے متوسلین نے اس کا عربی میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے جب کہ حضرت مسیح الامت مدظلہٗ کے مریدین اس کو انگریزی میں شائع کر رہے ہیں ——

ـدہ ـز مجلد اعـ ـں ، قیمت ۔/۴۰ روپے ——

اصلاحِ باطن کے لئے اکسیر کتاب

مکتوباتِ اشرفیہ

نیا اضافہ شدہ چوتھا ایڈیشن

مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اصلاحی مکاتیب جو روحانی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ تالیفِ لطیف :۔ حضرت اقدس مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہم، خلیفۂ ارشد مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

سات ابواب کی یہ کتاب حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی حضرت مجدد الملتؒ سے مکاتبت پر مشتمل ہے جنمیں بدورانِ زندگی پیش آنے والے اہم مسائل و معاملات کا عجیب و غریب حال بتلایا گیا ہے —— علاوہ ازیں اسمیں حضرت کی اہلیہ مدظلہا کے خطوط بھی شامل ہیں جو عورتوں کی اصلاح کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

سلسلۂ مواعظِ اشرفیہ جلد ۱۲
محاسنِ اسلام
قیمت ۔/۴ روپے
کے موضوع پر سات اہم خطبات

سلسلۂ مواعظ اشرفیہ ۱۳
دعوۃ و تبلیغ
قیمت ۔/۴ روپے
کے موضوع پر ۸ اہم خطبات

سلسلۂ مواعظِ اشرفیہ جلد نمبر ۱۴
جزاو سزا
(زیرِ طبع)

حسن العزیز
یعنی
ملفوظاتِ اشرفیہ

اولیائے کرام کی حکایات اور مسائل تصوف و سلوک پر تقریباً سات سو ملفوظات کا مجموعہ پاکستان میں پہلی بار
قیمت ۔/۴۰ روپے

ترمذی و ابو داؤد شریف کے مشکل مقامات کے حل کے لئے مختصر الفاظ میں نہایت جامع

تقاریرِ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ

قیمت مجلد ۔/۲۷ روپے
غیر مجلد ۔/۲۴ روپے

از :۔ زبدۃ المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ

ماہتابِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ
خوبصورت جلد
قیمت ۲۲/۵۰ اعلیٰ کاغذ

حقوق الزوجین کے موضوع پر بہترین کتاب

نیک خاوند نیک بیوی

قیمت ۵/۲۵
از افاداتِ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

احسن الوصایا یعنی وصیت نامے

اضافہ شدہ ایڈیشن، قیمت ۔/۱۲ روپے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین، حضرات صحابہ کرامؓ، آئمہ مجتہدینؒ و دیگر اکابر اُمت علمائے حق کی نصیحت آموز وصیتوں کا مجموعہ ہے اور قرآن و حدیث سے وصیت کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔

تعارف مؤلف وصایا
وصیت نامے کی اہمیت و ضرورت
قرآنی وصایا
لقمان علیہ السلام کی وصایا
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وصایا
حجۃ الوداع حجۃ البلاغ (تبلیغ کا حج)
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصایا
حضرت عمرؓ بن خطاب کی وصایا
حضرت عثمان غنیؓ کی وصایا
حضرت علیؓ کی وصایا
حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وصایا
حضرت امام احمد بن محمد حنبلؒ کی وصایا
حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصایا
حضرت شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کی وصایا
حضرت امام فخر الدین رازیؒ کی وصایا
حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ صاحب مثنوی کی وصایا۔
حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ کی وصایا
حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا وصیت نامہ
حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی وصایا
حضرت شاہ اھل اللہ دھلویؒ کی وصایا
حضرت سلطان اورنگ زیب کی وصایا
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی وصایا
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وصایا
حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا وصیت نامہ
حضرت شاہ عبدالحق عرف شاہ میر بادشاہ بخاریؒ کی وصایا
حضرت غازی انور پاشا شہیدؒ کی وصیت
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وصایا
حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا وصیت نامہ
حضرت مولانا احمد علیؒ کی وصیت
حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وصایا
حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی کی وصایا
حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی وصایا
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی وصایا
حضرت مولانا افتخار فریدی کی وصایا
حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کی وصایا
حضرت مولانا حاجی محمد شریف مدظلہم کی وصایا
حضرت مولانا مفتی رشید احمد کی وصایا
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی وصیت

ملنے کا پتہ
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۰ ریلوے روڈ ملتان

نوٹ :۔ ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب مل سکتی ہیں۔